

Krishen Number.

Azadi Number.

OM

August,
1961

As -9-



جھنجھٹ بنا لین دین

میٹرک پاؤں کا استعمال شروع ہو گیا ہے۔ ایشیائی
بھی میٹرک اکائیوں میں ظاہر کی جاتی ہیں۔ لیکن
ہین دین کے حساب کتاب میں اب بھی بڑی دماغ سوزی
کرتی پڑتی ہے۔ آخر کیوں؟
محض اس لئے کہ میٹرک کے طریقے پر عمل نہیں کیا جاتا۔ اشیاء یا تو
پرانے پاؤں کے حساب سے خریدی جاتی ہیں یا پھر ان کے سادی
اوزان کے حساب سے، مثلاً

ایک پاؤ کے لئے — ۳۳ گرام

ایک پونڈ کے لئے — ۴۵۴ گرام

ایسی صورت میں ظاہر ہے، اس اصلاح سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا
جاسکتا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اب آپ ۳۳ گرام کی جگہ ۲ سو یا سپسو
گرام اور ۴۵۴ گرام کے بجائے ۴ سو یا ۵ سو گرام چیز خریدیں۔
اس طرح آپ اس اصلاح سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں گے۔ یہی نہیں
عشری سکول کی بدولت لین دین کے حساب کتاب میں بھی آپ کو آسانی
دے گی۔

اپنی ضروریات کی چیزیں

مکمل میٹرک اکائیوں میں خریدیے



دکاندار کی سہولت ہے

اسی میں آپ کی اور

جاری کردہ بھارت سرکار

ط
ایڈیٹر۔
گورکھ ناکھ
نندہ

چندہ سالانہ
سات روپے
7/-

اسلام اور
دہلی

آزادی نمبر و کرشن نمبر

قیمت فی پرچہ
56 نمپے

مالک غیرت
9/-
نور دپے

فہرست مضامین اگست سالانہ

نمبر صفحہ

صاحب مضمون

نام مضمون

نمبر شمار

۳	امیر الشعرا دیوان پنڈت اس جی قمر	سولہ کلاں اوتار (نظم)	۱
۴	ایڈیٹر	دھرم بھادنا	۲
۶	ایڈیٹر	دشال ہر دیہ بند	۳
۷	شری نوبت رائے جی شوخ	سوزِ محبت	۴
۵	شری ۱۰۸ پراتہ سمرنیہ سوامی رام تیرتھ ایم اے	رام کا پیغام	۵
۹	سنت بوڑھ سنگھ جی بیر	اپنا وطن	۶
۱۰	شری پروندیس رائے جی ایم۔ اے	ویدانت کی تعلیم اور سیاسی ترقی	۷
۱۴	ماغوذ	جدھر دیکھا جمال پار دیکھا	۸
۱۵	ہامتا ٹالسٹوئی	پریم اور آئندہ	۹
۱۶	شری ڈاکٹر راج بھادری ورتا	حب وطن	۱۰
۱۷	چوہدری ہرنیس لال گہانی۔ اے۔ بی۔ ٹی	کیا کروں کیا نہ کروں	۱۱
۱۸	شری امر چند جی فیس	تعمیر و ترقی	۱۲
۱۹	ماغوذ	ہامتا بڈھ کا اپدیش	۱۳
۲۰	شری پنڈت خوشدل	غلط فہمیاں	۱۴
۲۱	شری ڈاکٹر شانتی سروپ شرما	بالو گاندھی	۱۵
۲۳	شری روشن پٹیل لوی	دیش تپا ہامتا گاندھی	۱۶
۲۴	مہرشی شوبرت لال جی درمن	ہندو دھرم	۱۷

باہتمام شری گورکھ ناکھ نندہ ایڈیٹر و پرنٹر اور شری ہرمانندی۔ اے پرنٹر و پبلشر کھنہ بھیمو پریس چاؤری بازار
دہلی میں چھپا اور دفتر سالہ "ادوم" اندرون اجیری گیٹ دہلی۔ ۶۔ سے شائع ہوا۔

۱۸	آج کا بیک کا یہ انسان	کوی لوکنا کتہ جی دل	۲۹
۱۹	گورو کو بند سنگھ جی	شری گیان چند جی ریمپال	۳۰
۲۰	ریشک جیال	شری بیتاب علی پوری	۳۱
۲۱	حقیقت	شری بیتاب علی پوری	۳۲
۲۲	سکھ بند وہیں	ہما شری ست دادی جی	۳۵
۲۳	بھارت کے روشن ستارے	لالہ دولت رام جی پوری بی۔ آ۔ بی۔ ڈی۔	۳۹
۲۴	صنیٹ سے مالی	ماخوذ	۴۰
۲۵	دور خزاں کی بات	ڈاکٹر راج بہادر ورما	۴۱
۲۶	ادم کا حلقہ ست سنگ	دیوان پنڈی داس جی چوپڑہ	۴۵
۲۷	حب وطن	ساجن بھارتی	۴۶
۲۸	راخ راج	موریہ پیر لال رائے	۴۶

کرشن نمبر

۲۹	مُدھراستی	کوی لوکنا کتہ دل	۴۸
۳۰	شری کرشن جنم	شری جگن ناتھ جی کتہ صفی بی۔ آ۔ بی۔ ڈی۔	۵۰
۳۱	رکھشا بندھن اور جنم اشٹمی	شری فتح چند جی نسیم	۵۳
۳۲	دوسرا اُتسوا جنم اشٹمی	۵۴
۳۳	کرشن کی یادیں	شری رتن چند جی کوشل	۵۶
۳۴	شرید بھگد گیتا اور بھگوان	شری جگن ناتھ جی کتہ صفی بی۔ آ۔ بی۔ ڈی۔	۵۷
۳۵	میراں	ایڈیٹر	۶۲
۳۶	سنگٹ موجن	شری سنت مری سنگھ	۶۴
۳۷	بھگتوں کی لالچ رکھنے والا کرشن	شری تارا چند باغی	۶۵
۳۸	رعائتی اعلان	۷۱

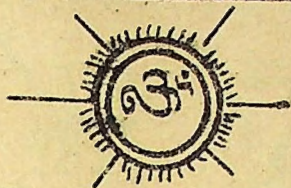
ضروری اعلان :- یہ پرچہ آزادی نمبر اور کرشن نمبر بائ ماہ اگست اور ستمبر ۱۹۹۱ء مشترکہ پرچہ ہے۔
 ماہ ستمبر میں کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ ماہ اکتوبر کا پرچہ دسوا نمبر ہوگا۔ جو یکم اکتوبر
 ۱۹۹۱ء کو شائع ہوگا۔ "نمبر ۲"

سولہ کلاں اوتار کا

— لا مایا الشعل دیوان پنڈید اس جی قمر —

دھیان ہے دل میں قمر سولہ کلاں اوتار کا
 اُس کی رحمت کی نگاہیں ہے علاج درد دل
 دل کی رگ رگ سے صدا آتی ہے ادھا کرشن کی
 مشعل راہِ حقیقت کیا ہی پیارا نام ہے
 آج تک دیوانگی میں مست اور سرشار ہے
 چو متا ہوں ذرّہ ذرّہ بر ندان کی خاک کا
 اس لئے چپتا ہوں لادھ شیا کالی رات کو
 اس جگہ دنیا چلی آتی ہے سجدوں کے لئے
 ہم سفر سمجھا سفر والوں نے ادھا کرشن کو
 اترا رکھتا ہے ہر دم ہر گھڑی ہر حال میں
 بے نوا بے بال بے پر سولہ کلاں اوتار کا
 ہے یہ چرچا گھر بہ گھر سولہ کلاں اوتار کا
 ایک جسلہ چشم تر سولہ کلاں اوتار کا
 جسم دجاں میں ہے اتر سولہ کلاں اوتار کا
 شیا م سندر شیا م بر سولہ کلاں اوتار کا
 بر ندان کا ہر لہر سولہ کلاں اوتار کا
 اس زمیں پر تھا گزر سولہ کلاں اوتار کا
 نام ہے نور مسیح سولہ کلاں اوتار کا
 فیض حق گو کل ہے گھر سولہ کلاں اوتار کا
 بے گھروں کا زور سولہ کلاں اوتار کا
 بے نوا بے بال بے پر سولہ کلاں اوتار کا

نور حق ساکار کی صورت پر بھو پر ماتمن
 اے قمر ہے جلوہ گر سولہ کلاں اوتار کا



ادھانت کے بلند ترین خیالات پر چاک

رسالہ "اوم" دہلی

دھرم بھاؤنا اور پورانک گرنتھ

پورانک گرنتھ بڑے دھرم پرور ہیں۔ ان کو سمجھنے کیلئے ستوگنی نرل بدھی اور شردھا کا ہونا اتنی اہمیت رکھتا ہے۔ مغربی تعلیم کے کارن ہم اپنے دھرم گرنتھوں سے نفرت کرنے لگے ہیں اور ہم ان کو بڑھانا تو درکنار دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ ہمیں مغربی تعلیم اور مغربی تہذیب نے شردھا میں کر کے نعمت غیر مترقبہ (انمول دستو) سے محروم کر دیا ہے۔ جو کہ ہماری بد قسمتی کا سبب ہے۔ پورانک گرنتھوں میں ایسے ایسے انمول ہیرے ہیں جو کسی اور استاد سے ملنے نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہیں۔ ہمارے پراچین رشیوں نے منس کے سو بھاو (پرکرتی) کو اچھی طرح انجھو کیا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہر ایک منس کی علیحدہ علیحدہ پرکرتی ہے۔ کوئی منس ستوگنی ہے کوئی رجوگنی اور کوئی توگنی اور ان سب کے لئے الگ الگ اپدیش ہی لا بھد انک ہو سکتا ہے۔ دوسرے مذاہب کی طرح انہوں نے سب کو ایک ہی ڈنڈے سے ہانکنا مناسب نہ سمجھا تھا۔ بلکہ بھیمانک، روچک اور بھارتھ داکول ہر ایک کی پرکرتی کے مطابق اپدیش کیا۔ ستوگنی پرکرتی والے منشوں کو نشکام بھگتی ددراست دستو آتما کا پتھار اپدیش کیا۔ رجوگنی پرشوں کو جن کے اندر سنارک داسائیں موجود ہوتی ہیں ان کو روچک اپدیش کیا کہ سکام کم تر سے سو رنگ آدک لوگوں کی پرانی ہوتی ہے۔ فلاں فلاں دیوتا کی اس طرح اپاسا کرنے سے اس قسم کا پھل ملتے ہے مثلاً ہنومان جی کی ارادھنا اور اوتھار سے منس کے اندر شاریرک بل آتا ہے۔ کشمی کی پوجا سے دھن پدارتھ ملتے ہے سرسوتی کی پوجا سے ودیا ملتی ہے۔ اور داک اندر یہ میں شکتی آتی ہے۔ بھگوان شتی کی پوجا سے دھرم ارتھ کام آد موکش یعنی چاروں پدارتھ ملتے ہیں۔ بھگوان کرشن کا دھیان کرنے سے بدھی۔ تیج اور بل آتا ہے۔ گویا جس طرح کی کاٹنا ہو اسی پرکرتی والے دیوتا کی ارادھنا کرنی چاہیے۔ جس کی ودھی پورانوں میں درج ہے۔ توگنی پرشوں کیلئے بھیمانک داک لکھے گئے ہیں۔ کیونکہ جن پرشوں کا ہر دیہ ملین ہے اور جن کی پردتی شاستر درودھ پاپ کرموں میں ہی ہے۔ جو انس اور مردار (شراب، سگے عادی ہو چکے ہیں۔ ان کو کاکا اور بھیرو جیسے کرور

دیوتاؤں کی اُپاسا کرنے کی ودھی بتائی گئی ہے۔ تاکہ اُن کا بھی کبھی نہ کبھی ادھار ہو جاوے۔ ایسے پاپ آتماں پر کش جب کسی کو کشٹ دینے کے لئے یا اپنی نشہ مند کامناؤں کو پورن کرنے کے لئے کالکا اور بیرو جیسے بھیمانک دیوتاؤں کا دھیان کرتے ہیں اور سدھی پر اپت کرنے کیلئے اپنے من اور اندریوں کو دوش میں کر کے شاستر ودھی انوسار پوجا اور پراپتھنا کرتے ہیں۔ تب سر دشکیتمان پر بھوک کی اداکٹ شکتی اُن دیوتاؤں کے ذریعے اُن کی سکام بھکتی کو سمیٹ کر کے اُن کی منو کامناؤں کو پورن کرتی ہے۔ اس طرح ایسے تو کئی پرشوں کی شردھا اور وشواس میں درپٹھا ہوتی ہے۔ اور وہ بھی ایک نہ ایک دن ایشوری شکتی کا انبھو کرتے ہوئے پاپ کرموں کا تیاگ کرتے ہیں اور منوں سے ستون کی طرت اپنا قدم بڑھاتے ہیں اور آہستہ آہستہ اپنی پر کرتی کو بدل کر صحیح معنوں میں انسان بن جاتے ہیں۔

جب تک ہمارے دلش اور جاتی میں پورا تک گرنھوں کا پرچار رہا تب تک لوگ دھرم نارگ پر چلتے رہے اور یہ دلش سورگ بھومی بنا رہا۔ بھوٹ، فریب، چوری، پراسری گنن، ہنسنا، مانس شراب، جھوٹی گواہی، دھوکے کا دھن چھیننا، زاپرا دھ کو سزا، برہم ہتیا، گو ہتیا، امانت میں خیانت۔ گویا کوئی بھی پاپ کرم یہاں نظر نہ آتا تھا گورنٹ کے انتظام خود بخود ہی ہو جاتے تھے۔ انکم ٹیکس لگانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی۔ سب لوگ راجہ کو اپنی نیک کمائی کا دسواں حصہ خود بخود ادا کرتے ہیں اپنا دھرم سمجھتے تھے جو ایسا نہیں کرتا تھا اُس کو ڈر رہتا تھا کہ سورگ سے بی گرا دیا جاؤں گا یا میری شہرہ گئی نہ ہوگی۔ گویا بھیمانک واک یعنی نرگ کا بھے اور روچک واک یعنی سورگ کی اچھا۔ ان دونوں بھادناؤں سے سارے دلش میں سکھ اور شانتی تھی۔ ہماری قوم براہمن اور سادھو سیدا نیز ابھیگت سیدا (ہمان نواندی) میں دُیا بھر میں مشہور تھی۔ گنر سیدا سے یہاں دودھ کی ندیاں چلتی تھیں۔ لوگ سرطوں و چوراہوں میں دودھ کے ٹھکے رکھ کر بیٹھ جاتے تھے اور راہگیر ابھیگتوں کو دودھ پلا کر اُن کو پرسن کر کے پنیہ کے بھاگنی بنتے تھے۔ کوئی بھی شخص ابھیگت کو بھوجن کر کے بنا خود بھوجن نہ کھاتا تھا۔ براہمن کو پنیہ دینے کا رواج ابھی تک چلا آ رہا ہے۔ کیسی اتم بھادنا میں تھیں۔ براہمن کا کام ویدوں کو پڑھنا پڑھانا۔ نیک کرنا اور کرانا ہوتا تھا۔ وہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے اُن کو اپنے شریک کوئی فکر نہ ہوتا تھا۔ وہ دُیا کو بیچتے نہیں تھے بلکہ دُیا دان دینے میں اپنا آمو بھاگیہ سمجھتے تھے۔ اس طرح دلش کے کونے کونے میں دُیا اور دھرم کا پرچار ہوتا تھا۔ راجہ کو... خوج کی ضرورت ہوتی تو کھشتی اپنا تن من اور دھن ارپن کر کے اپنے دھرم پر لپکا ہو جاتے تھے۔ دلش کو بھی اپنے دھن اور پار سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ جب بھی دلش اور جاتی کو دھن کی ضرورت ہوتی۔ دلش اپنا اکٹھا کیا یوا دھن راجہ کے ارپن کرنے میں خوش محسوس کرتا تھا۔ شور کے ہر دیہ میں یہ بھادنا ہوتی تھی کہ میں نے ودی جاتیوں کی سیدا کر کے ہی سورگ کو پر اپت کر لیا ہے۔ وہ بھی لشکام لوپ سے اپنا دھرم سمجھتے ہوئے سب کی سیدا کرتا تھا۔ کسی کے اندر جاتی ابھیان نہ ہوتا تھا۔ نہ ہی کوئی بڑا تھا نہ ہی چھوٹا جیسے براہمن اپنے آپ کو جاتی کا سیدک خیال کرتا تھا۔ دلش ہی شور بھی۔ براہمن کے اندر شور کیلئے مطلقاً کوئی نفرت (گھنا) نہ تھی اور نہ ہی شور کو ہی کبھی یہ خیال آتا تھا کہ میں اپنے کرموں کو چھوڑ کر براہمن کے کرم کرنے شروع کر دوں۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ قدرت کبھی غلطی نہیں کر سکتی۔ جس دن میں اُس نے مجھے جنم دیا ہے میں اُسی دن کے کرم ہی سورگ یا موکھش کا ہیتو ہو سکتے ہیں۔ گویا گیتا کا گیان بر ایک فرد بشر کے ہر دہ میں موجود تھا اور یہ دھرم بھادنا ہر پورا تک گرنھوں کے پھن پائوں سے ہی آتی تھی۔ جب سے ہم نے ان دھرم گرنھوں کا تیاگ کیا ہے

ہماری جاتی ادھونگی کو پر اپت ہو رہی ہے۔ جاتی کے سدھار کیلئے ہماری گورنمنٹ کو کئی طرح کے قانون بنائے پڑے ہیں لیکن سدھار بھر بھی نہیں جوتا۔ ہمارا یقین ہے کہ جب تک پھر دھرم گرتھوں کا پرچار کر کے دھرم پر شردھا اور دشواش نہ کرایا جائے گا۔ سدھار ہونا اسمبھو ہے + (آدم شلم)

وشال ہر دہ بنو

अयं निजा परीवेति गणनः लघू चेतसाम् ।

उदार चित्तानांस्तु वसुदैव कुटुम्बकम् ॥

جن کا ہر دہ وشال نہیں جو اکیانی منش ہیں۔ وہی میرا شیر اپنا بیگانہ یعنی خود دیت میں پھنسے رہتے ہیں۔ لیکن جو اُدار چیت (وشال ہر دہ) ہیں۔ وہ تو تمام سرشتی کو ہی اپنا گنجدہ (پرچار) سمجھتے ہیں۔ اور سب کے بہت کیلئے ہی کرم کرتے ہیں۔ بہار بھارت کا یہی آدرش رہا ہے۔ اور یہی ہونا چاہیے۔ موجودہ کانگریس حکومت بھی یہی چاہتی ہے کہ یہ بھارت ورش سیکولر سیٹ بنی رہے۔ اس میں ہندو مسلمان سکھ عیسائی پارسی سب موجود رہیں۔ لیکن اپنے آپ کو بھارت نواسی (ہندوستانی) خیال کریں اور آپس میں بھائی بھائی بنے رہیں کسی طرح کا کوئی تفرقہ نہ رہے۔ کھان پان چھوت چھات کا نام نشا مٹایا جا رہا ہے۔ اب براہمن (ستوگنی منش) اور چنڈال (توگنی منش) گویا شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی پی رہے ہیں سم درشتی ہونے کا سبق تو آج سے پیشتر تمام رشتی منی دیتے ہی آئے تھے لیکن کانگریس حکومت نے سب کو سم ورتی بھی بنا دیا ہے بھارت نواسیوں میں جو چیز ناممکن خیال کی جاتی تھی وہ ممکن کر کے دکھا دی ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس پر اعتراض کرتا ہے تو وہ قانونی طور پر جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ لیکن سم ورتی ہونے پر بھی لوگوں کے اندر حسد۔ بغض۔ کینہ۔ نفرت۔ میری قوم۔ میرا مذہب۔ وغیرہ وغیرہ۔ تنگ خیالی کے جراثیم دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ سہ مرض بڑھ گیا جوں جوں دوا کی واجب توبہ تھا کہ لوگوں کو دھارنیت کی تعلیم دیکر وشال سر دہ بنایا جاتا۔ ہندو سکھ مسلمان عیسائی سب کو دھرم کا بھی مارگ دکھایا جاتا۔ اور ان کے اندر جو خود غرضی کا بیج دشمنان قوم (خود غرض لیڈروں نے بونکھا ہے۔ اسکو اکھاڑ دیا جاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہو رہا۔ متعصب اکالی لیڈر اور متعصب مسلم لیگی اب اپنی نئی راکتی گا لے رہے ہیں۔ کوئی پجائی صوبہ کی مانگ سر رہا ہے اور کوئی ہندوستان میں ہی نیا پاکستان بنانے کی سوچ رہا ہے۔ گویا ہر ایک چار اینڈ کی علیحدہ سب دہ بنانے میں ہی لگا ہوا ہے۔ بغرض محال اگر کانگریس حکومت ان کے سامنے جھک گئی۔ تو دلش کی آزادی خطرہ میں پڑ جائے گی۔ اور کوئی باہر کی طاقت یہاں اپنا اڈہ جمائیگی۔ اس لئے ہم بھارت نواسیوں سے ہی پرا رتھا کریں گے کہ وہ وشال ہر دہ بنیں۔ ہندو سکھ عیسائی پارسی گویا تمام قومیں اپنے آپ کو ایک ہی پرچار سمجھیں اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور پیار سے رہیں۔ سب تفرقے مٹا دیں + خود غرض لیڈروں کے ہال میں نہ پھنسیں۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بر ر کھنا + ہندی میں ہم وطن ہیں ہندوستان ہمارا

خود غرض لیڈروں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر بھارت نواسیوں کو اپنا اُچھے آدرش असवेव कुटुम्बकम्

سب کا آتما + گورنمنٹ ہندوستان + سب کا آتما + گورنمنٹ ہندوستان + سب کا آتما + گورنمنٹ ہندوستان

سوزِ محبت

سب سے شوقیِ نوبتِ مرا ہے جی شوقِ سب سے

جو اپنی خودی کو مٹاتے رہیں گے جو خود کو اُسی پر مٹاتے رہیں گے
 و فورِ محبت سے تُوں جس کے جو رنگِ آنسوؤں کو دلاتے رہیں گے
 ہر اک سانس میں گرمی ذکرِ لا کر جو اشکوں کی جھڑیاں لگاتے رہیں گے
 جو اوروں کو بھی ہمنوا کر کے اپنا شبِ روز روتے رلاتے رہیں گے
 محبت کا آئینہ خود کو بنا کر صداقت کا جلوہ دکھاتے رہیں گے
 ہر اک دل میں اپنے طریقِ عمل سے لگن اک اُسی کی لگاتے رہیں گے
 اُسی کے تصور میں یکسو ہو کر اُسے اپنے دل میں مٹاتے رہیں گے
 وہ پائیں گے پائیں گے پائیں گے اُسکو اُسے پاکے خوشیاں مناتے رہیں گے
 رہِ عشق میں اُن کی خاکِ قدم کا ہم آنکھوں میں سرمہ لگاتے رہیں گے

رہیں گے وہی شوقِ محروم مقصد

زبانی جو باتیں بناتے رہیں گے

(سوامی رام بڑھایم اسے)

بھارت کے نام رام کا پیغام

بھائی پیارے! تم بھارت رُپ ہو۔ اپنے آپ کو سارے بھارت جانتا۔ کبھی اس سے کم نہ سمجھنا۔ ہمالہ تیرا ہی سر ہے۔ گنگا اور جمنہ تیری ہی لٹا جڑیں ہیں۔ مالابار اور کورومندل تیری ہی ٹانگیں ہیں۔ پنجاب اور مشرقی آسام تیرے ہی بازو ہیں۔ ہندوستان کے تینتیس کروڑ زن و مرد کا دل تیرا ہی شیر دل ہے۔ اُن کی طاقت تیرے ہی بازو کا زور ہے۔

آ بھارت! میں تجھے گلے لگاؤں۔ وہ رام مہنے۔ وہ سورج چڑھا۔ وہ بھارت جاگا۔ ہندوستان جاگا! جاگا! جاگا!

جاگ موہن جاگ رے پل گئی
اٹھو جاگو۔ کھاؤ ماکھن۔ پھیر ڈاروں ری
رات بھاری گئی۔ ساری بھور اب تو بھی۔
چڑی پیچھی ہیں بکلاوت کھیل اُن سے سہی۔

مطلب:۔ اے پیارے بھارت ورش (موہن۔ کرشن۔ ہند) اب جاگو۔ اودیا (جہل) کی نیند بہت سوئے۔ میں صدمتے بلہارا اب اٹھو۔ ہوشیار ہو۔ سنار روپی گائے کا ماکھن کھاؤ۔ یہ شکتی بھرا میچھا میچھا ماکھن (برہم گیان) چکھ لو۔ بڑا زور آجائے گا۔ طاقت بھر جائے گی۔ گوردھن (سنار کی مشکلات) اٹھانا بائیں ہاتھ کا کرتب نہیں اٹھائی کا کھیل ہو جائیگا۔

وہ دیکھو! شتھا کرشن (ہند) جاگ پڑا۔ اُد۔ اُد۔ اُد۔ نہیں نہیں ادم۔ ادم۔ ادم۔

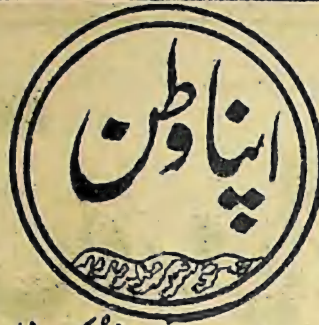
اے موہن (بھارت) یہ پیچھی گاگا کرتھے جگا یا جاتے ہیں۔ کل کی طرح اب بھی تیرے ہاتھوں دانہ چاد تل وغیرہ کھائیں گے۔ اے مجت بھرے بال گوپال! تیرے ساتھ کھیلنے کو یہ جانور جمع ہو رہے ہیں۔ تیری دل لگی گے سب سامان تیار ہیں۔ اٹھ کھڑا ہو چڑیاں چوں کر رہی ہیں۔ کٹے کائیں کائیں کرتے ہیں۔ مور پیوں پیوں کوک رہے ہیں کوئی کسی بیرونی ہنسر کے پیچھے پڑا ہے۔ کوئی کسی جسمانی سکھ میں اڑا ہے۔ کوئی کسی ظاہری سائنس میں الجھا ہے۔ یہ سب حواس تک پہنچنے والی راگیناں ہیں۔ بے بھارت! یہ سب صرت تیرے پیار کرنے کے سامان ہیں۔ نیند میں بھی عجیب ہنسر پر اب تو خوب سو لیے۔ تازہ ہوش چمکے۔ چمکتے کیوں ہو۔ تم بھی جاگو۔

یہ دیکھو تمہاری ہنسری (برہم گیان) کون چرا لے گیا؟ نہیں نہیں تمہارے ہی پاس ہے۔

آہا! وہ بھارت نے سورج کی طرح روشن آنکھیں کھولیں۔ لب خداں پر بانسری دھری اور دل دجگرمیں سما جانے والا روحانی لغز ہوا کے پردوں پر سوار ہو چاروں طرف گونجنے لگا۔ کل کو کل دقام دینا ہیں پھیلنے لگا۔ آسمان کی خبر لانے لگا۔ جے! جے! جے! کیسے رہنا ہے مذہب! کیسے مجت توں!

مذہب عشق از ہمہ ملت خداست ہذا عشقان را مذہب دلیت جُداست

لیکھک :- سذت بابا بڑ سنگھ جی پیر



دل و جان سے ہے مجھ کو اپنا وطن پیارا
سارے جہاں سے اچھا ہے دیش یہ ہمارا
خاکِ وطن کیا ہے میرے لئے صنم ہے | اکسیر سے بھی اعلیٰ خاکِ وطن قسم ہے
خاکِ وطن کا ذرہ گوہر سے کچھ نہ کم ہے | جس نے وطن کو پوجا اس کو رہا نہ غم ہے
دل و جان سے ہے مجھ کو اپنا وطن پیارا
سارے جہاں سے اچھا ہے دیش یہ ہمارا
میرے وطن سے موتی وہ وہ ہو ہیں پیدا | سارا جہان جن پر ہوتا ہے دل سے شیدا
میرے وطن کا رتبہ دُنیا میں سب سے اعلیٰ | میرا وطن ہے بھائیو سارے جہاں اچھا
دل و جان سے ہے مجھ کو اپنا وطن پیارا
سارے جہاں سے اچھا ہے دیش یہ ہمارا
اس دیش ہی سب کو تہذیب سکھائی | سارے جہاں کو حکمت اس دیش نے پڑھائی
اس دیش ہی نے سب کو کوئے صنم تائی | اس دیش ہی نے سب کی اکیانتا مٹائی
دل و جان سے ہے مجھ کو اپنا وطن پیارا
سارے جہاں سے اچھا ہے دیش یہ ہمارا
بھارت کی وہ ہے مٹی پارسی نامِ خیر کل | لوہے کو زربنا نا ہے خوب کام جس کا
اس خاک سے تھا اچھا ہے نامِ شامِ خیر کل | پڑھتے ہیں فخر سے سب سندر کلام جس کا
دل و جان سے ہے مجھ کو اپنا وطن پیارا
سارے جہاں سے اچھا ہے دیش یہ ہمارا



سیاسی ترقی اور ویدانت کی تعلیم

(از پروفیسر دیس راج جی۔ ایم۔ اے۔)

یہ غلط ہے کہ ویدانت کی تعلیم ملک کی سیاسی ترقی میں روکاؤ پیدا کرتی ہے

آج کل تہذیب یافتہ لوگ دہرم سے متنفر ہوتے جاتے ہیں۔ ہر ایک مغرب زدہ آدمی دہرم یا مذہب کو ایک غیر ضروری بدعت خیال کرتا ہے۔ ان کی رائے میں جتنی جلدی دہرم یا مذہب کو تلاغی دے دی جائے۔ جتنی نوع انسان ایک بڑے بھاری خطرے سے بچ جائیں گے۔ اور ملک ترقی کرنے لگے گا۔ اس قسم کے بلکہ اس سے زیادہ رومی خیالات ملک میں سرایت کر رہے ہیں۔ ان کا دعو ہے کہ ہم نے انسانی جسم کو چیرھاڑ کر دیکھا ہے۔ اس کے رگ ریشہ کی پڑتال کی ہے۔ لیکن آتما ہمیں نظر نہیں آتی۔ ہمیں ایشور کی شکل نظر نہیں آتی۔ جب جسم کی مرثیہ ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انسان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ روح یا آتما ایشور یا پرماٹما سب کے سب مذہبی دیوانوں کے دماغ کی اختراع ہیں۔ ان کے علاوہ ایک گروہ سیاسی ترقی کے لئے ویدانت کیا۔ بلکہ تمام دھرموں کو نقصان دہ خیال کرتا ہے۔

سائنس اور ویدانت

اس سے یہ خیال نہ کر لیا جائے کہ ہم بھی سائنس کی تعلیم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ موجودہ زمانہ میں سائنس نے جن خیالات کا پرچار کیا ہے۔ یا گرونا شروع کیا ہے۔ وہ دہرم کے درودھ نہیں بلکہ دہرم کے عین موافق ہیں۔ جن لوگوں نے سر آر تھراپٹنگٹن۔ سر آئیور لانج اور سر جیمز جینز اور آئنسٹائن سٹائن جیسے سائنسدانوں کے خیالات کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ آپ کو بتائیں گے کہ موجودہ سائنس مادہ کی پجاری نہیں ہے۔ مختصر الفاظ میں اگر بتایا جائے تو یوں خیال کر دو کہ مادہ صرف طاقت برقی کا ایک دوسرا روپ ہے۔ اور برقی ہمدوں کی پیدائش آکاش سے ہے۔ غرضیکہ مادہ سوائے آکاش کے کچھ ہے ہی نہیں۔ سر آر تھراپٹنگٹن ایک قدم آگے چلتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ جگت کا اصلی روپ سمجھنے کے لئے ہمیں اپنے اندر جھانکنا ہو گا۔ اور آتما کی روشنی کو دیکھنا ہو گا۔ یہی صرف ایک آتما ہے۔ جو مختلف اشکال میں نمودار ہو رہا ہے۔ اب ناظرین آپ ہی خیال کریں کہ یہ تعلیم ویدانت کی حالی ہے یا نہیں۔ اسی تعلیم کو ہم نے دوسرے نقطہ نگاہ سے لیا۔ پراچین رشیوں نے پہلے ہی یہ مسئلہ واضح طور پر بتایا کہ جگت کی اصلیت سمجھنے کے لئے ہمیں تلاش کنندہ کو پہچاننا ہو گا کہ وہ کون ہے۔ جب آپ مکمل طور پر تلاش کنندہ کی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں گے

تو آپ کی ساری جستجو ختم ہو جائے گی۔ یہ وہ دہ دیا ہے۔ جس کو اُنشدوں میں سب دہ دیاؤں کی ماں کہا گیا ہے۔
ویدانت اور موجودہ سائنس میں فرق ہے تو صرف اتنا ہے کہ سائنسدانوں نے بیرونی دُنیا کے مطالعہ سے
یہ سچائی دریافت کی ہے۔ اور پراچین رشیوں نے اندر سے سچائی کی روشنی دیکھی۔

سیاسی میدان اور ویدانت

جن بزرگ ہستیوں نے بھگوت گیتا کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ دیرارجن نے صرف ویدانت ہی کا
اُپدیش لیکر بھگوان کرشن کی پوتر تعلیم کو سن کر رن بھومی میں دیرتا دیکھا کی تھی۔ اور وجے پراپت کی تھی۔
ویدانت لوگوں کو شیر نہ بناتا ہے۔ بزرگی کو کوسوں دُور کرتا ہے۔ ویدانت نے تو کرم کرنے کی بار بار تعلیم دی
ہے۔ کرم کے تیاگ کرنے کو پاپ بتایا ہے۔ دیرارجن کرم کے تیاگ کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ تو بھگوان کرشن
نے ویدانت کی تعلیم دی۔ اور بتلایا کہ کرم کے تیاگ سے مراد کرم کے پھل کے تیاگ سے ہے۔ کرم کر دو۔
کرم کرو۔ لیکن پھل کی کا منانہ کر دو۔ یہ ویدانت کا سنہری اُپدیش ہے۔ اگر اس اُپدیش کو سن کر لوگ
اپنی ماور دھن کی سیوا سے بھگتے ہیں۔ تو بہت تعجب ہے۔ ہانکا کا مذہبی سے زیادہ پوتر ہستی میدان عمل میں
ابھی تک کوئی نہیں آئی۔ لیکن گیتا کا اُپدیش ان کو گیتا عزیز تھا۔ انہوں نے ویدانت کا اصلی تئو بھگوت گیتا
سے حاصل کیا۔ اور اس پوتر گرنھ کا ترجمہ انہوں نے ہندی میں کیا۔ علاوہ اس کے لوگ انہیں تلک جو کہ ماتری
بھومی کے پریم میں لنگے ہوئے تھے۔ وہ اس سنہری تعلیم سے فیضیاب تھے۔ چنانچہ بھگوت گیتا پر ان
کے لیکچر اور بھگوت گیتا کا ترجمہ ان کے پریم کو ظاہر کرتا ہے۔ ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ سیاسی
میدان میں جو ادھ ہستیاں ہوتی ہیں۔ وہ ویدانت کی انوکھی تعلیم سے بہرہ ور تھیں۔

سیاس اور ویدانت

بعض آدمی محض گِردے رنگ سے کپڑے پہن لینے کو سیاسی سمجھ لیتے ہیں۔ اور صرت در بدر
بھیک مانگنے کو سیاسی یا تیاگ خیال کرتے ہیں۔ وہ ویدانت کی تعلیم کے خلاف ایک یہ الزام لگاتے ہیں
کہ ویدانت انسان کو محض سیاسی کی طرف راغب کرتا ہے۔ اور سادھو لوگ کوئی کام نہیں کرتے۔ صرت
سارا دن چرس پھونکنا ہی اُم کرم خیال کرتے ہیں۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے۔ وہ راستی پر نہیں ہیں۔ سیاسی
یا تیاگ کسی بڑے اُدیوٹ کو لے کر لیا جاتا ہے۔ سچا سیاسی مُلک کیلئے بہت مفید ثابت ہوتا
ہے۔ جس شخص کی ضروریات بالکل نفی کے برابر ہو چکی ہوں۔ اور لشکام کرم کے بھاؤ سے میدانِ عمل میں
آیا ہو۔ سو سائیڈ کے لئے وہ بہت مفید ثابت ہوگا۔

۱۹۲۷ء کا ذکر ہے کہ لاہور میں پلیٹ کی بیماری کا زور ہو گیا تھا۔ بہت سے آدمی اس مرض سے

لقمہ راجل ہوئے۔ غریب آدمیوں کا تو کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ عین اسی وقت بنگال سے پریم ہنس
سوامی رام کرشن جی کے سمٹھ سے چند سادھو آئے۔ انہوں نے غریبوں کے گھروں میں جا کر مُفت دوائی
اور دُودھ تقسیم کیا۔ جہاں ڈاکٹر جانے سے گھبراتے تھے۔ ادھر بڑی سے بڑی رتیں بطور فیس لیکر بھی رتیں
کے گھر جانے سے انکار کرتے تھے۔ آخر گھبراتے بھی کیوں نہ۔ ان کو اپنے لئے اور اپنی بیوی عزیز تھی
وہ ان کی خاطر اپنی زندگی کو خطرہ میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ وہاں یہ سادھو بے دھڑک غریبوں

کی تیمارداری کرتے تھے۔ ان کی کوشش سے بہت سے غریب آدمیوں کی جانیں بچ گئیں۔ جب بیمار کا زور کم ہو گیا۔ تو سادھوؤں کا یہ گردہ کسی مبادفہ کے بغیر رخصت ہو گیا۔ انہوں نے اتنا بھی انتظار نہ کیا۔ کہ لوگ ان کا شکریہ تو ادا کریں۔ یہ ہے سچا تیاگ۔ اور سچا سنیاس۔ دیدانت ایسے سنیاس اور تیاگ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ہر کس و نا کس کو اس اعلیٰ درجہ کے لائق خیال نہیں کرتا۔ ایسے اُتم پُرش تھوڑے ہوتے ہیں۔

دیدانت کیا ہے

دیدانت کیا ہے۔ یہ پرتدھرم آتما۔ جگت اور ایشور کے درمیان جو تعلق ہے۔ اس کو واضح کرتا ہے۔ دیدانت میں ذرا ذرا سے فرق کے ساتھ بہت سے مت پیدا ہو چکے ہیں جن میں سے دو مشہور ہیں۔ سوامی شنکر آچاریہ جی ہمارا راج کا ادویت داد اور دسرادششت ادویت داد ہے۔ ان دونوں میں بہت تھوڑا فرق ہے لیکن آجکل سوامی شنکر آچاریہ جی ہمارا راج کے سکول کو زیادہ پسندیدہ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ سوامی رام تیرتھ جی اسی مت کے انویالی تھے۔ اس لئے میں مختصر الفاظ میں اس کا ذکر کروں گا۔ دیدانت کا دعویٰ ہے کہ سوائے برہم کے کوئی دوسری ہستی ہے ہی نہیں۔ ہم محض ادویا سے اپنے آپ کو ایشور سے اور ایک دوسرے سے علیحدہ مان کر دکھی ہو رہے ہیں۔ یہی ادویا ہمیں بار بار جہنم اور نرک کے چکر میں ڈال کر پریشان کر رہی ہے۔ اس کے ثبوت میں دیدانت کے انویالی فرماتے ہیں کہ ذرا اپنے آپ کو غور سے دیکھو۔ تو معلوم ہو گا کہ عام طور پر آدمی تین ادستھاؤں سے گزرتا ہے۔ جاگرت، سوپن، سہشتی۔ اس کے علاوہ خاص خاص آدمیوں پر ایک اور ادستھا آتی ہے۔ جس کو تریاہتہ ہیں۔ اگر ہم ان تمام ادستھاؤں کا بغور مشاہدہ کریں تو معلوم ہو گا کہ جاگرت میں ہمیں بیرونی دنیا کا گیان ہوتا ہے۔ بیرونی جگت میں ہمارے تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن ان تبدیلیوں کے جاننے والے آتما پر ان کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ وہ ایک رس رہتا ہے۔ آتما ان سب کی مشاہدے۔ اسی طرح سے سُن ادستھا میں اپنے خیالات سے ہم بنا جگت پیدا کر لیتے ہیں۔ اور اس میں جاگرت کی حالت کی طرح دکھی اور سکھی ہوتے ہیں۔ اور جاگرت کے تجربات سے بالکل مختلف دنیا دیکھتے ہیں۔ سُن ادستھا میں ایک بہت غریب آدمی اپنے آپ کو راجہ دیکھتا ہے۔ گدا شاہ بن جاتا ہے۔ سُن ادستھا میں ہم اس کو ست مانتے ہیں لیکن جاکنے پر است خیال کرتے ہیں۔ جاگرت ادستھا کو ہم نے سُن میں کبھی بھی است خیال نہیں کیا۔ کیونکہ اس سرُپ کو ہم بھول گئے ہوتے ہیں۔ لیکن خواب کے تجربات کو جاکنے پر ہم یاد کرتے ہیں۔ اور پھر اسے است کہہ کر اس سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔ ہاں اس سے ایک بات ضرور سدھ ہوتی ہے کہ آتما میں دیش کال۔ دستور اور سلسلہ علت و معلول پیدا کر لینے کی شکتی ہے اس شکتی کا مشاہدہ ہم مرن سُن ادستھا میں کرتے ہیں۔ جاگرت میں ہم دیش کال کے بس میں ہوتے ہیں۔ لیکن سوپن ادستھا میں ہم دیش کال بنا لیتے ہیں لیکن ایک دفعہ اس نئے سلسلہ کو رتھ کر پھر اس کے غلام بن جاتے ہیں اور اپنے ہی جال میں آپ بھنس کر دکھی سکھی ہوتے ہیں۔ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے سُن ادستھا ہم پیدا کر لیتے ہیں۔ اور پھر ان میں مبتلا ہو کر حیران و پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس سے آگے چل کر سہشتی کی

اوستھا کا بنظر غور مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس اوستھا میں ہم سب اوستھاؤں کو جھول جاتے ہیں شاہ دگلا برابر ہو جاتے ہیں۔ اور اس وقت دُنیا کے ربیع و اہم کو طاق نیباں پر رکھ دیتے ہیں لیکن اس حالت میں بھی آتما چتین اور سا کھشی ہے۔ اس وقت آند کو محسوس کرتی ہے۔ اسی لئے کرب کوئی آدمی سوکر اٹھتا ہے تو کہتا ہے کہ آج تو میں بڑے آند سے سویا۔ اور بالکل بے خبری کی حالت میں تھا۔ گویا اس وقت اس بخبری کا بھی علم ہوتا ہے۔ اسی لئے جاگنے پر اس کی خبر دیتا ہے۔ اس وقت توجہ باہر سے ہٹ کر اندر کی طرف ہوتی ہے۔ اور اپنے اصلی سروپ کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ آتما ان سب اوستھاؤں کا سا کھشی ہے۔ عام آدمی خیال کرتے ہیں۔ کہ ان تین اوستھاؤں کے علاوہ اور کوئی اوستھا نہیں ہے۔ لیکن رشیوں اور مہیوں نے ایک اور اوستھا کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو ان کے مشاہدہ میں آئی ہے۔ اور اس کو تریاکے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس اوستھا میں باقی تمام اوستھاؤں کو آدمی کلیت محسوس کرتا ہے۔ جس طرح سے جاگنے کے ساتھ سچین اوستھا متعین معلوم ہونے لگتی ہے۔ عین اسی طرح باقی ساری اوستھاؤں کے مشاہدات تریا میں ان کو متعین فرمائی اور جھوٹ نظر آتے ہیں۔ تریا اوستھا میں جگت اور مادہ۔ دُکھ سکھ۔ پن پاپ۔ نرک اور سورگ سب کے سب متعین معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور کسی شدت کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور ہمارے سکھ دُکھ۔ شامی و گدائی سب کے سب ناش ہو جاتے ہیں۔ یکدل ایک آتما ہی رہ جاتا ہے۔ سولے برہم کے اور کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ اسی اوستھا کے آدھا پرویدانت کا دعویٰ ہے۔ کہ سولے برہم کے سب کچھ است ہے۔ تریا میں آتما کچھ نہیں دیکھتی۔ لیکن اندھی نہیں ہو جاتی۔ اپنی ہستی برہم میں کھودیتی ہے۔ لیکن نسبت دناؤ نہیں ہو جاتی۔ اس اوستھا کا پراپتی کے بہت سا دھن ہیں۔ شکام کرم بھگتی یوگ یہ سب کے سب آتما کو اس اُدیح اوستھا کی طرف لجاتے ہیں جن کو اس اوستھا کی خواہش ہو۔ وہ پہلے دیراگ دوکھ دھیان اور سادھی سے اسے پراپت کر سکتے ہیں۔

جگت اور برہم

یہ جگت اس برہم کا ایک ظہور ہے۔ آکاش۔ دایو۔ سورج۔ تارے۔ پرتھوی وغیرہ سب کے سب اسی ایک ہی ذات کا جلوہ ہے۔ وہی برہم اپنی مایا سے جگت نظر آ رہا ہے۔ اور جو بن رہا ہے۔ وہی مایا جو کے ساتھ اودیا بنی ہوئی ہے۔ جس طرح سے جو اپنی اودیا سے سچین سرشٹی پیدا کر لیتا ہے۔ عین اسی طرح سے ایشور کی مایا سے جگت کی پیدائش ہو جاتی ہے۔ جگت کی پیدائش مایا اور برہم سے ہے۔ مایا کا سروپ بڑی مشکل سے سمجھ میں آتا ہے۔ مایا میں اور اودیا میں فرق صرف درجے کا ہے۔ جس طرح اودیا ساری سچین سرشٹی پیدا کر لیتے ہیں۔ عین اسی طرح مایا سے ساری سرشٹی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن مایا اور اودیا میں ایک بڑا بھاری فرق ہے۔ مایا ایشور کے آدھین ہے۔ لیکن اودیا جو کے آدھین نہیں ہے۔ اُٹا جو اس کے چکر میں پھنسا کر مصیبت میں مبتلا ہو رہا ہے ایشور کی چیتن شکتی جو میں موجود ہے۔ اس کی پورترا جو کو اپنے اصلی سروپ کی طرف ابھارتی ہے۔ جو اپنی اودیا سے خلاصی پاکر نردان پراپت کر کے برہم سروپ ہو جاتا ہے۔ مایا کا سروپ ایشور سے اور برہم سے علیحدہ نہیں ہے۔ غرضیکہ ویدانت کی تعلیم کے بموجب صرف ایک ہی ہستی ہے۔ اور وہ ہستی برہم ہے 4

جدھر دیکھا جمالِ یار دیکھا

اُسی کا ہر طرف اظہار دیکھا جدھر دیکھا جمالِ یار دیکھا
 ہوئی ظاہر اُسی تنگین کی رنگت جو دیکھا ہم نے گلِ باخار دیکھا
 عننی دیکھا کوئی اور کوئی نادا کوئی مفلس کوئی زردار دیکھا
 چھپا کرتا تھا جو گلچہرہ ہم سے وہ ہم نے ہر سرِ بازار دیکھا
 نظر آیا کہیں وہ ابر گریاں کہیں کوہِ برق آتشبار دیکھا
 کہیں آیا نظر وہ عینِ مطلوب کہیں وہ طالبِ دیدار دیکھا
 کہیں تبیحِ خوالِ سجد میں پایا کہیں پہنے ہوئے ز نثار دیکھا
 کہیں دیکھا منے وحدتِ مسرت کہیں دانا کہیں موشیار دیکھا

ہر رنگ مختلف ہر وقت و ہر بار
 وہ گلرو اپنا دکھلاتا ہے دیدار

پریم اور آئند

از ہاتھ ٹاٹاٹوٹ

۱، کیا سبب ہے کہ جب ہم کوئی نیک کام کرتے ہیں۔ تو خوشی مجسم ہو جاتے ہیں؟ کیونکہ ایسا کام ہمیں یقین دلاتا ہے کہ ہماری سچی "صرت" ہماری شخصیت تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ کل زندگی کے اندر موجود ہے۔
 ۲، جب کوئی شخص صرت اپنی خاطر جیتا ہے تو وہ اپنی سچی "میں" کے صرت ایک جز کے لئے جیتا ہے۔ اور جب کوئی دوسروں کی خاطر جیتا ہے۔ تو وہ اپنی "میں" کا پھیلاؤ محسوس کرتا ہے۔
 ۳، لوگوں کی زندگی اس لئے دکھ بھری بن رہی ہے۔ کہ وہ نہیں جانتے۔ کہ وہ آتما جو ہم سے ہزار ایک کے اندر موجود ہے۔ سب کے اندر براجمان ہے۔ اسی جہالت سے ہی دشمنی اور مخالفت پیدا ہو رہی ہے۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ کوئی دو ہمت مند ہے۔ کوئی غریب کوئی مالک ہے۔ کوئی مزدور۔ اسی جہالت سے ہی ہر قسم کی نفرت۔ حسد اور انسانی عقوبت کا ظہور ہوا ہے۔
 ۴، لوگوں کی تمام مصیبتیں خراب فصلوں۔ آتشزدگیوں اور ٹوٹ مار کا نتیجہ بنتی ہیں۔ بلکہ صرت اس وجہ سے کہ لوگ مخالفت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اس مخالفت کا باعث یہ ہے کہ وہ اس پریم کی بانی میں دشواری نہیں رکھتے۔ جو ان سب کے اندر جیتا ہے۔ اور سب کو ٹاپ کے لئے بٹلا رہا ہے۔

۵، انسان کو مرتے سے اس بات کا افسوس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ وہ اپنی دلت جائیداد اور مکان سے جدا ہو رہا ہے۔ اُسے اس وقت ہمت ملنے چاہئیں۔ جب وہ اپنی حقیقی بھلائی یعنی بڑے سے بڑے آئند کو جو پریم سے ظاہر ہوتا ہے۔ سمجھ بیٹھا ہو۔

پہلورانی فائل رسالہ اوم

اصل قیمت	رعایتی	فائل ۵۸ء معدیات انک	اصل قیمت	رعایتی
۵۱/-	۶۱/-	فائل ۵۹ء معدیات انک	۵۱/-	۶۱/-
۵۱/-	۶۱/-	فائل ۶۰ء معدیات انک	۵۱/-	۶۱/-
۵۱/-	۶۱/-	فائل ۶۱ء معدیات انک	۵۱/-	۶۱/-
۵۱/-	۶۱/-	فائل ۶۲ء معدیات انک	۵۱/-	۶۱/-

حُبِ وطن

از قلم ڈاکٹر راج بہادر درمار آزادی بزمی

کُنجِ قفس میں بھی ہے مجھے فکرِ گلستان
تاریکھِ زندان سے نہیں میں ہوں پریشان
اور دارِ پرچہ پڑھنے سے نہیں دل میرا لرزان
حُبِ وطن کا جوشِ رگوں میں ہے موجزن۔

برگشتہ مجھے کتنے ہی لیل و نہار ہوں
پردا نہیں جو ابرِ مصائب ہزار ہوں
آگے قدم بڑھیں گا کہ منزل میں خار ہوں
حُبِ وطن کا جوشِ رگوں میں ہے موجزن۔

دُنيا کو دکھانا ہے مجھے راہِ صداقت
دُنيا پہ لٹانا ہے مجھے دُرِ حقیقت
منزل سے ہٹا سکتا نہیں شرِ قیامت
حُبِ وطن کا جوشِ رگوں میں ہے موجزن۔

مانا ہیں میرے آہ و بکا سے وہ بے خبر
مانا ہیں میرے گریہ و نالہ بھی بے خبر
منزل کو پہنچ لاؤں گا اپنی طرفِ فکر
حُبِ وطن کا جوشِ رگوں میں ہے موجزن۔

اے راز میں ہوں راہِ حقیقت کا رہنما
اے راز میں ہوں اپنی تمنا کا آسرا
اے راز جانتا ہوں میں انجامِ ابتدا
حُبِ وطن کا جوشِ رگوں میں ہے موجزن۔

”کیا کروں کیا نہ کروں“

(جو دہری ہر بنس لال - بی - اے - بی - ٹی)

کیا کروں - کیا نہ کروں - یہ میں نہیں جانتا -
 سنا ہے کہ گیمانی لوگ بھی ایسی آدمیوں میں ہو جاتے ہیں - وہ بھی اسی طرح الجھن میں پڑ جاتے ہیں - کیا کریں - کیا نہ کریں ؟

سنسار ایک کھلا کرم کھینچ رہے - انسان کی شکلیاں محدود ہیں - اُن کا دائرہ بھی محدود - سنسار میں تو کسی پرکار کی بھی کمی نہیں - ایسٹور نے اس کی رچنا کچھ ایسے ڈھنگ سے کی ہے کہ یہ ہر پہلو سے ہر حال میں مکمل ہے - انسان تو ایک بہت مقرر ہے - جو کچھ ہو رہا ہے - اس کے سچے کوئی پوشیدہ ہاتھ کام کر رہا ہے - اگر انسان بہت مقرر ہے تو بہت اچھا بھی ہو سکتا ہے - ایسا دانتع ہوا ہے - یہی ایک خیال ہے جو انسان کو حوصلہ دیتا ہے اور یقین دلاتا ہے کہ وہ کچھ خاص کام کرے +

دن بوتا ہے - رات ہو جاتی ہے - رات ہوتی ہے - دن ہو جاتا ہے - عمر کی گھڑیاں بیتی جا رہی ہیں - میں اُن کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہوں مگر بے سود - میرا حال ایک مصروف بے کار کا سا ہے - میں سوچتا ہوں کہ کیا کروں - کیا نہ کروں +

مبارک ہیں وہ جو دیش اور جاتی کیلئے بلیڈ ان ہوئے - اُن کے نام ایتھاس میں سنہری حروف سے لکھے گئے ہیں - وہ آمر ہیں - سنسار کی جان ہیں - شان ہیں - سنسار اُن پر بجا ناز کرتا ہے +

مبارک ہیں وہ جو بنی نوع انسان کی ادبی خدمت کر پائے ہیں - وہ خود ایتھاس میں اپنا مقام رکھتے ہیں - اُن کے نام بھی آمر ہیں - وہ روشنی کے مینار ہیں +

مبارک ہیں وہ بھی جن کا ایمان خدمتِ خلق ہے - اُن سے لئے مان، اپان - بڑائی - چھٹائی امیری اور غریبی یک سا ہوتی ہے - وہ شہرت کے پیچھے نہیں بھاگتے - ایسے ایمان والے لوگ فخر انسانیت ہوتے ہیں +

بھگوان ! مجھے شکتی دے کہ میں اس جیون میں کسی کھینچ میں بھی کوئی ٹچہ سیدھا کر سکوں میرے من میں کیدلیمان کام کرنے کا سوال پیدا نہ ہو - میں تو چاہتا ہوں کہ جو شکلیاں مجھے ملی ہیں اُن کا صحیح استعمال کر سکوں - دیانتداری سے +

میں جان جاؤں کہ میں کیا کروں - کیا نہ کروں - میری یہ الجھن دور ہو جائے کہ کیا کروں - کیا نہ کروں +

تعمیر و ترقی

بھارت کی ترقی کا مذکور تو گھر گھر ہے۔
 دُنیا کی زباں پر ہے۔
 تعمیر کے جلووں سے دیرانے بھی گلشن ہیں
 فردوس بہ دامن ہیں
 طوفان سے برپا ہیں ہر سمت بہاروں کے
 گل پوش نظر روں کے
 ہر خار کے پہلو میں جنت کے نظارے ہیں
 گل ہیں کہ ستارے ہیں
 وہ خطے جو بخبر تھے اب رُوحش گلشن ہیں
 اجناس کے خرمن ہیں
 برہنہ کے دامن میں تسنیم ہکتی ہے
 چاندی سی ہکتی ہے
 ہر عِلم دُہنر کی رو دیہات میں جاری ہے
 محبوب ہے پیاری ہے
 ہم اپنی کمندوں کو افلاک پہ ڈالیں گے
 یوں بات بنا لیں گے
 بے خوف رواں ہم ہیں بھٹکیں گے نہ راہوں میں
 منزل ہے نگاہوں میں
 غیروں کے سپارے کی کیا ہم کو ضرورت ہے؟
 اللہ کی رحمت ہے
 ہم امن کے شیدا ہیں جو آنکھ اُٹھائے گا
 نوک ہم سے وہ کھا گا

ہماتابدھ کا اپدیش

۱۔ اگر کوئی شخص بُرے خیالات سے بدلتا یا کام کرتا ہے۔ تو دکھ اس کا اس طرح لتاقت کرتا ہے جس طرح گاڑی کا پیسہ گاڑی کی کھینچنے والے کا جیسے شہد کی بکھٹی پھول کی خوبصورتی اور خوشبو کو نقصان پہنچائے بغیر اس میں سے امرت چوس لیتی ہے۔ اس طرح گیانی پُرش کو دنیا میں زندگی بسر کرنا چاہیے۔

۲۔ جو شخص دُشے بھوک میں لگا ہوا ہے۔ وہ ایسے شخص کی مانند ہے۔ جو ہاتھ میں مشعل لیکر باد و زواں کے خلاف دوڑتا ہے۔ مورکھ آدمی! اگر وہ مشعل کو بجھنے نہیں دیتا۔ تو اپنا ہاتھ جلا بیٹھتا ہے۔ ٹھیک ہی حال شہوت (کام) غضب (دکرو دھ)، حرص (دو بھ)، اور حسد (ایر شا) کی آگ نکالتے۔ جو آدمی حریص ہو کر دھن اور بھوک کی تلاش کرتا ہے۔ وہ اس نادان بچے کی مانند ہے۔ جو پھری کے ساتھ شہد کھاتا ہے۔ ابھی شہد کا رس پوری طرح نہیں چکھتا کہ اس کی زبان کٹ جاتی ہے۔

۳۔ جو شخص بھوگوں (لذات محسوسات) میں مست ہے وہ ایک ایسے برتن کی مانند ہے جس میں نندہ پانی بھرا ہوا ہے۔ اس کے اندر خواہ کسی ہی خوبصورت چیزیں ڈالی جائیں۔ بس پانی کے ہلانے کی دیر ہے۔ کہ سب گیلی اور ناپاک ہو جاتی ہیں۔ نفسانی خواہشات ہمارے دل کو اسی طرح کندر کر دیتی ہیں جیسے کچھ پانی کو، پھر ہم پر سیتہ سے سوند ریم کو دیکھنے کے قابل نہیں رہتے۔ جب ہم اس آلودگی سے نجات پاتے ہیں۔ تب ہم اپنی میتی کی روحانی دولت کو دیکھتے ہیں۔ جو ہم کو شروع سے ہی حاصل ہے۔

۴۔ اگر کوئی عورت بڑھی ہے؟ اس کو ماں سمجھو۔ ہم عمر ہے؟ اس کو بہن خیال کرو۔ کم عمر ہے؟ چھوٹی بہن سمجھ کر برتاؤ کرو۔ بچی ہے؟ اس کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھو۔ شہوانی خیالات سے بچ کر رہو۔ کسی عورت کو کبھی ناپاک نظر سے نہ دیکھو۔

۵۔ شراب اور دیگر نشیات کا استعمال مت کرو۔ جو شخص شراب پیتا ہے یا کوئی شہوانی نعل کرتا ہے یا اس کی خواہش رکھتا ہے وہ اسی دنیا میں ہی اپنی جڑ آپ اُکھاڑتا ہے۔ بدی کو مٹھولی شے سمجھ کر کبھی یہ خیال نہ کرو۔ کہ یہ میسے نزدیک نہیں آئے گی۔ جس طرح قطرہ قطرہ گرنے سے پانی کا برتن بھر جاتا ہے۔ اسی طرح احمق آدمی بھی آخر کار بدی سے بھر جاتا ہے۔ بھوک اچھا (خوش) لذات) کو جڑ سے اُکھاڑ دو۔ تاکہ پرلا بھن (ترغیب بد) ہمیں بار بار اس طرح تباہ نہ کرنے پائے جس طرح ندی سرکندوں کو۔

امرت گند :- قیمت ڈیڑھ روپیہ۔ بھگوان نے امرت اور زہر دونوں بنائے ہیں۔ زیادہ تر لوگ زہر ہی پیتے ہیں اور پھر کہتے اور چلاتے ہیں۔ امرت کے گھونٹ پینا چاہو تو امرت گند کا مطالعہ کرو۔ - مٹنے کا پتہ :- منجر ادم "اجیری گیٹ دہلی

غلط فہمیاں

ازینڈت خوشدل صاحب ڈیرہ دون

خواہشوں کو اپنی ہستی کا نشان سمجھا تھا میں
غز وہ دنیا میں کی میں نے مسرت کی تلاش
بند کی جب آنکھ تو دیکھا یہاں کچھ بھی نہ تھا
قدر و قیمت اب ہوئی معلوم کانٹوں کی ٹھہر
اس زہیں کی لپٹیوں کے آسمان سمجھا تھا میں
مٹی خوشی دل میں میرے لیکن کہا سمجھا تھا میں
دم زدن کی زندگی کو جاوداں سمجھا تھا میں
ورنہ پھولوں ہی کو زیب گلستان سمجھا تھا میں
چھین لی اس دہر میں خوشدل کی جسے خوشدلی
اُس غم دل کی ضعیف و ناتواں سمجھا تھا میں

قطعات

← دیوان پنڈی داس تمبر برن داس نواسی

در دہنیاں کو کسی صورت عیاں کیونکر کروں
جو مجھے تکلیف ہے اُس کا بیاں کیونکر کروں
کھول دے بابِ ابابت ایک ہی آواز پر
اپنے سنہ میں با اثر پیدا زباں کیونکر کروں
جب اُسے خود بخشنے کو پاپیوں کا ہے خیال
سوچتا ہوں میں دردِ بار بار پر آہِ دُفناں کیونکر کروں
کاش دُھل جلے تیرے الطاف سے فرد گناہ
میں تیری سرکار میں آنسو رواں کیونکر کروں
مہربانی ہو تو مگر نادار پر سنکٹ ہرن
مالِ الطاف تجھ کو مہرباں کیونکر کروں

جذبات بھی ہو جاتے ہیں اُردوں کے حوالے
بہتر تو یہی ہے کہ خدا غرض نہ ڈالے
مگر غرض بھی ڈالے تو کسی اہلِ دُلف سے
جیسے کہ سدا مال کو لیے بنسری والے

من مانک منگے کئے اور ستا کیا اناج
تاہیں تے پر تجھ جانئے بڑا غریب نواز

میں اصولِ رزق میں قائل نہیں تدبیر کا
سامنے آئی گئی ٹکڑا میری تقدیر کا
اے قمر تو شکر کر مہمان اپنا دیکھ کر
رزق اپنا کھا رہا ہے کلب میں پیر بیچ کر

پینچرلسا

بالو گاندھی

از ڈاکٹر شانتی سرودپ شرما جرنلسٹ کورڈینٹر

جن کا یہ دعوے تھا کہ اُن کی سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔

کیا یہ ایک معجزہ نہیں تھا کہ ایک کھڑی ہوئی قوم کو جو عرصہ سے غلام بنی چلی آرہی تھی۔ جس میں احساس کھڑی پیدا ہو چکا تھا۔ خون کا ایک قطرہ پہلے بغیر دُنیائے آزاد قوموں کی صفوں میں لاکھڑا کر دیا۔

پوجیہ بالو گاندھی محبت تھا۔ وہ کسی سے نفرت نہیں کرتا تھا۔ جو اُس سے جتنی دشمنی کرتا تھا وہ اُس سے اتنی ہی محبت کرتا تھا۔ دُنیا کے کسی انسان کو غیر نہیں مانتا تھا۔ مندروں میں بیٹھ کر قرآن کی آیتیں پڑھتا تھا۔ مسجد میں بیٹھ کر گیتا کے شلوک پڑھتا تھا۔ وہ دھارمک تھا۔ فردِ مگر بیکرویت نہیں پہنتا تھا۔ تلک نہیں لگاتا تھا۔ مگر رام من گاتا تھا۔ سجدہ نہیں کرتا تھا۔ مگر سورہ فاتحہ کی تلاوت فرما کرنا تھا۔ مذہبی بندو اور مسلمان اُس سے ناراض ہو جاتے تھے۔ مگر اس کا فرمان تھا کہ سب مذہب محبت کا پیغام دیتے ہیں۔ اُس کا مذہب انسانیت تھا۔ اُسے تمام مذہب کی اچھائیوں سے پیار تھا۔ اُس کا دشوار اس تھا کہ تمام مذہب کا ایک ہی اصول ہے۔ اس لئے وہ اپنی پرارتھا سبھاؤں میں دیر اپنشد کے اشوک، قرآن کی تلاوت اور بائبل کے اچھے دچاروں کا پرچار کیا کرتا تھا۔ بالو گاندھی ہندوستانی نہیں بلکہ خود ہندوستان تھے۔ خود واحد نہیں بلکہ جسم قوم تھے وہ ملک کی نبض کو ضرب

۱۸ اکتوبر ۱۸۴۹ء کو سرزمین ہند پر روشنی کا سورج طلوع ہوا۔ وہ اھنسا کا اوتار اور انسانیت کا علمبردار تھا۔ جس میں بجلیاں بھری ہوئی تھیں۔ کتنا ثابت قدم تھا وہ کہ بڑے بڑے طوفان اُٹھے، بجلیاں چمکیں زلزلے آئے نگرہ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہا۔ جتنا زیادہ پرکشا میں اُسے ڈالنا اُتھائی کامیابی سے وہ آئے بڑھتا اُس نے نفرت کو محبت سے جیتا۔ حق پرستی کو پالیسی پر ترجیح دی۔

بھگوان بدھ کے بعد اھنسا کا اتنا عظیم علمبردار آج تک پیدا نہیں ہوا۔ یہ خضر صرف سرزمین ہند کو ہی حاصل ہے۔ جس نے گاندھی جیسے عظیم انسان کو جنم دیا جو روشنی کا مینار بن کر سارے سنسار میں چمکتا رہا اور جس کی تعلیم آج بھی دُنیا کو شانتی کا پیغام دے رہی ہے۔ ستیہ اور اھنسا کا پرچار بھگوان بدھ، حضرت عیسیٰ نے بھی کیا مگر گاندھی کے فلسفہ عدم تشدد میں نرالی بات یہ ہے کہ اس نے ستیہ اور اھنسا کے سُہری اصول کو سماجک اور سیاسی اُمتی دونوں کے لئے استعمال کیا۔ اور اسی فلسفہ کی بدولت آزادی جیسی نعمت اُس نے ہمیں بخشی۔ گاندھی جی بھاری انقلابی تھے جنہوں نے دُنیا کی تاریخ میں پہلی بار عدم تشدد کے انوکھے ہتھیار سے دُنیا کی اُنک ایسی عظیم طاقت کو نکلت دی۔

بھی جانتے تھے۔ سب کے دلوں کی دھڑکن کو وہ بھلی پرکار جانتے تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ بے چینی کی جڑ نفرت ہے انہیں صرف اپنی رُوح کی شانتی نہیں چاہیے تھی بلکہ چالیس کروڑ بھارتیوں کی آزادی ہی اس کی رُوح کو شانتی دے سکتی تھی۔ بالو کی زندگی ایک آدرش تھی خلوص اور پاکیزگی کا سرچشمہ تھی۔ ایسے انسان صدیوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔

سورنگیہ بالو نے ایک ایسے وقت میں دیش کی باگ ڈور سنبھالی جب چاروں طرف گھور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ انگریزی تاناشا ہی دندنا رہی تھی۔ انقلاب نے تشدد کے ذریعے انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے کی پوری پوری کوششیں کیں مگر ناکامیاب رہے۔

آخر ۱۹۱۵ء میں بومن داس کرم چند گاندھی نے افریقہ سے لوٹ کر لینن ملک کی بغض کو ٹوٹا اور یہ محسوس کیا کہ انگریزی حکومت کے خلاف عدم تشدد کی لڑائی سے ملک کو بیدار کر کے انگریزوں کو یہاں سے دواغ کیا جاسکتا ہے۔ آخر گاندھی نے ملک کی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا۔ کانگریس جو صرف اصلاحات پاس کرنے والی باڈی تھی کو از سر نو تنظیم کیا اور عدم تشدد کے نراے بمقار سے جنگ آزادی کا اعلان کر دیا دیش کی سوئی ہوئی قسمت جاگ اُٹھی اور ایک نئے جوش کے ساتھ ملک سے نوجوان آگے بڑھے۔

دُنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ آج تک جتنے بھی سیاسی انقلاب دُنیا میں آئے ہیں وہ تشدد کے ہی راستہ سے آئے ہیں۔ خون کی ندیاں بہائی چھیں اور لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا تب کسی دیش کو آزادی نصیب ہوئی۔

مگر گاندھی کے انوکھے فلسفہ سیتہ اور اہسانے دُنیا کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا۔

اُدھوَن کا ایک قطرہ بہنے بغیر انگریزی حکومت کو اپنا پورا بستر ماندھ کر جانا پڑا۔ کیا یہ ایک سیاسی کارکن نہیں ہے ہر شیوں کے ترنقوں میں کسی بارالیا ذکر آیا ہے کہ فلاں رشتی نے فلاں راجہ کو شراب دے دیا وہ پورا ہو گیا۔ اسی طرح گاندھی نے بھی ۱۹۴۳ء میں انگریزوں کو بھارت چھوڑ جانے کا شراب دیا وہ پورا ہو گیا اور جس کے نتیجہ کے طور پر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو انگریزوں کو یہاں سے جانا پڑا۔

ہزاروں سالوں سے چھوڑا چھوٹا سی لعنت کو بھٹکانے کا سہرا بھی گاندھی جی کے سر پہنے دھرم ادمہم کا روپ دھارنے کے چھوٹے تھا۔ انسان کو انسان سے نفرت تھی۔ اچھوتوں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا گو اس لعنت کے خلاف کسی ریفارمروں نے آواز اٹھائی مگر آخر میں جیت بالو گاندھی کی ہوئی۔ اور اس لعنت کو دُور کر کے ہندو سماج میں بھاری انقلاب پیدا کر دیا۔ نفرت کو محبت میں تبدیل کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جنوں کو زندگی کے پہلو میں برابر آگے بڑھنے کے پتہ سے پورے موافق حاصل ہیں۔

ملک کی آزادی کے بعد بالو کے دماغ میں رام لچیا ایک بہتری نقشہ تھا وہ بھارت کو ایسا دیش دیکھنا چاہتے تھے جہاں اُدھوَن کا کوئی بھید نہ ہو امیر غریب کی کوئی تفریق نہ ہو۔ ہر آدمی کو روٹی سیرا اور مکان کے مفاد یکساں ہوں اس سچنے کو پوجہ بالو اپنے سینے میں لے کر شہید ہوئے۔

آؤ آج بالو کے اس ہم دن پر پرت گیا کریں کہ ہم گاندھی کے اس آزاد دیش میں آ رہے ہیں اور سماجک انقلاب لا کر غریبی اور جہالت کو دُور بھگا دیں گے۔ دُنیا کے اس دُور میں جبکہ وہ اس دُنت دماغ کے چور

دیش پتا

از جناب :
روشن بیٹا لوی جی۔ اے۔

ہما ماکاندھی

عظمتِ قوم کا تابندہ نشان تھا گاندھی
پھونک کر روح کیا مُردوں کو زندہ اُس نے
قابلِ قدر ہیں قربانیاں اس کی اے دوست
جملہ اوصاف کا مجموعہ تھی اُس کی ہستی
دُشمنِ جنگ تھا وہ امن کا دل خواہاں
روز و شب رہتا تھا تعمیرِ وطن میں صرف
بیکسوں اور غریبوں کا محافظ تھا وہ
ہستی جو کو دینا سے مٹایا اس نے
ناخنِ عقل سے کی عقدہ کشائی اُس نے
حق نے بخشا تھا اسے جو ہر اشیاء و دفا
ذات پر اس کی بجا طور سے ہے فخر نہیں
اس کے آگے تھا جگر آبِ جو اُمردوں کا!

قالبِ قوم میں اک روح رواں تھا گاندھی
سچ تو یہ ہے کہ سچا زماں تھا گاندھی
نازشِ بزمِ وطن، فخرِ جہاں تھا گاندھی
خوش دہن، شیریں باں، جادو بیا تھا گاندھی
موجبِ اُمتِ ہر اہل جہاں تھا گاندھی
جس میں حرأت ہو غضب کی نہ جوا تھا گاندھی
بے زبانوں کی مٹیوں کی بُناں تھا گاندھی
خرمنِ کفر کو اک برقِ پتاں تھا گاندھی
واقعی سچ ہے اوسطِ زمانِ تھا گاندھی
جس کی بنیاد تھی پردہ مٹا تھا گاندھی
زینتِ ملک تھا سلمیہ جہاں تھا گاندھی
شیر بھی جس سے تھے لرزاں وہاں تھا گاندھی

تیرگی جہل و بطالت کی مٹی سب روشن!

روشنی حق کی وہاں پھیلی جہاں تھا گاندھی

ہندو دھرم

از قلم ہر ششی شوبرت لال جی ورمن ایم۔ اے

سوال کیا جاتا ہے۔ ہندو مذہب کیا ہے؟ تم کس کو ہندو کہتے ہو۔ ہندوؤں میں دیدوں کے ماننے والے ہیں جو ایک ادویتہ الیشور کی اپاسا کی تعلیم دیتے ہیں۔ ہندوؤں میں دیدانتی ہیں۔ جو سوا پر برہم کے کسی کے قابل نہیں ہندوؤں میں چار واک ہیں جو الیشور۔ وید۔ کرم دھرم۔ لوک پر لوک کسی کو نہیں مانتے۔ ہندوؤں میں بودہ ہیں جو صرف پاکانہ زندگی بسر کرنے کا وعظا ساتے ہیں۔ جینی ایسے ہندو ہیں۔ جو صرف مکت جیوں کو الیشور کہتے ہیں۔ جو ان کی تشریف کے موافق سرودیا پاک نہیں۔ ہندوؤں میں رانا رخ سنیر دادا لے دستشٹ ادویتہ کے قائل ہیں۔ ہندوؤں میں شنکر کے مقلد ادویت بھاد کی صدا بلند کرتے ہیں۔ ہندوؤں میں مادھو اچاریہ کے شاگرد ادویت ادویت کے قائل ہیں۔ ہندوؤں میں بلہہ اچاریہ کے پروکار شدہ ادویت کاراگ کہتے ہیں۔ ہندوؤں میں کیر صاحب نانک صاحب رادھا سوامی صاحب کے چیتے خاص قسم کی تعلیم دیتے ہیں۔ آتشک۔ ناشک۔ سب ہی اپنے آپ کو ہندو کہتے ہیں۔ کیا یہ سب ہندو ہیں؟ کیا ہندو دھرم اجتماع ضدین کا طریق ہے؟ آخر یہ کیا ہے؟ اس سے ہم کیا سمجھیں؟ یہ سوالات ہیں جو آجکل نادان رشی ستان کی زبان پر رہتے ہیں۔ مگر وہ بالخصوص اس کے کہ سچائی کو سمجھتے اور اہلیت دریافت کرتے مذاق اور متحصر سے کام لیتے ہیں اور گمراہی کے گہرے خندق میں گرے جا رہے ہیں۔

ہندو دھرم کیا ہے؟ ہندو دھرم دنیا کا سب سے مکمل مذہب ہے۔ جس میں کسی پہلو سے کمی نہیں ہے۔ اور جس میں ہر قسم کے خیالات جن کا انسان کے دل و دماغ سے تعلق ہے موجود ہیں۔ اس کی حیثیت ایک بہت بڑے ہندو رکھتے ہیں۔ جس میں کوڑی۔ شتکھ۔ موتی۔ رتن وغیرہ سب کچھ ہیں تاکہ جس شخص کو قدرت نے جس قسم کی طبیعت و عقل عطا کی ہے۔ وہ اسی کے موافق اس میں سے اپنے لئے قدرت کا سامان تلاش کرے۔ ہندو دھرم کی یہ خوبی ہے۔ کہ وہ اپنے دروازہ سے کسی شخص کو محروم نہیں کرتا اور بڑی دریا دلی سے ہر ایک کے درس تدریس۔ اور مذہبی میلان کے سامان اکٹھا کر دیتا ہے۔ یہ بات دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ہے۔ اور سبب ظاہر ہے۔ یہ مکمل طریق نہیں ہے۔ کچھ نہ کچھ سب میں کمی ہے۔ سب کے لئے ان میں سبھی شیں نہیں ہیں سوال کیا جائیگا۔ یہ دھرم کیا ہوا یہ تو ایک طرح کا معجون مرکب ہے۔ اس قسم کے سوال کرنیوالوں سے میرا یہ سوال ہوگا۔ کہ جب ایک لباس ہر شخص کے جسم میں نہیں آسکتا۔ اور نہ ہر شخص موزونیت کے ساتھ اس کو پہن سکتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ عقلی و دماغی قوتوں کی کمی بیشی کے نقص کی موجودگی میں ایک ہی مذہبی خیال ہر شخص کو روحانی ترقی کا مفاد بخش سکے۔ بچہ کی عقل بچوں کی طرح ہوگی ان کا مذہب بھی بچوں کا سا مذہب ہوگا۔ نوجوانوں کی عقل نوجوانوں کی طرح ہوگی۔ ان کا مذہب بھی نوجوانوں کا

طریق ہو گا۔ ہزار کوشش کیا جائے۔ لڑکے جوان بڑھے کبھی سب کے سب عقل و باغ کے لحاظ سے ایک ہی طبقہ پر نہ بٹھائے جاسکیں گے۔ لڑکے طبیعتاً چلبھے ہوتے ہیں جوان قدتاً متعلے ہوتے ہیں۔ بڑھے فطرتاً سنجیدہ مزاج ہوتے ہیں۔ کیا سب کے طرز خیال۔ طرز عمل، طرز فکر میں حمایت آسکتی ہے؟ یہ فضول خیال ہے۔ اسی طرح انسانی کردہ میں ہزاروں پیر نابالغ ایسے ملیں گے۔ جن کے جذبات بالکل بچوں کے سے ہیں لاکھوں ایسے نظر آویں گے جنہوں نے جوانی طبقہ سے کچھ ہی زیادہ عقلی و دینی لفظ نگاہ سے ترقی کی ہے سنیکڑوں ایسے ہیں جو ابھی دلی جذبات کے سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ ایسی حالت کی موجودگی میں سب کے لئے ایک ہی اصول کی تلقین کیسے مقرر کی جاسکتی ہے۔ اختلافات کی دُنیا میں کیسے ممکن ہے۔ کہ مختلف انسانی، مختلف انجالی کا خیال محدود کیا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ دور اندیش رشیوں نے ہندو دھرم کے سلسلہ میں اس قسم کا التزام کیا ہے کہ ہر کس و نا کس کو مذہبی مفاد حاصل کرنے کا موقع ملتا تھا اور کسے اور کوئی شخص یہ نہ کہے کہ یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔ میں اس سے ناگدہ نہیں اٹھا سکتا ہوں۔ ہندو مذہب کی مختلف انجالی دراصل روحانیت کے بام کے سنیکڑوں نے ہیں۔ جس کی نگاہ جتنی اونچی ہے۔ جس کی تمیز و ادراک کی طاقت جتنی بڑھ گئی ہے۔ وہ اسی اندازہ سے اُس کا لفظ حاصل کرے اور تبدل نہ کرے نایکہ حاصل کرتا ہوا برابر ترقی کرتا جائے۔ اور آخر میں زندگی کے بڑے مقصد کی تکمیلی کرے۔ یہ وجہ ہے کہ ظاہری طور پر ہندوؤں میں اس کثرت کے ساتھ مذہبی اختلافات موجود ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی سبب نہیں ہے۔

اختلافات دُنیا کی جان ہے۔ ایک قوم دوسرے سے مختلف ہے۔ ایک عضو دوسرے سے نہیں ملتا۔ ایک ہی شاخ کے تمام پتے یکساں نہیں ہوتے۔ ایک ہی ہاتھ کی تمام انگلیاں برابر نہیں دیکھی جاتیں۔ ایک با کے تمام لڑکے مختلف انجذبات کے انسان ہوتے ہیں۔ دُنیا میں ایک ہی قسم کا غلہ نہیں پیدا ہوتا۔ ایک ہی طرح کا پانی ہر جگہ کا نہیں ہے۔ نہ ایک طرح کی پوا ہے۔ سوچنے دیکھنے غور کرنے کے طریقے الگ الگ ہیں۔ ایک سوال میں مختلف پہلو ہوتے ہیں۔ جس کی نگاہ جس پہلو سے مطابقت رکھتی ہے۔ وہ صرف اسی کو دیکھ سکتا ہے۔ مزاج جدا گانہ ہیں طبیعتیں جدی جدی ہیں۔ ایک ہی مرض کے لئے مزاج سکونت اور آئے پوا کے لحاظ سے مختلف ادویات بتائی جاتی ہیں یہ ہمارا اور ہمارا روزانہ زندگی کا تجربہ ہے۔ پھر ذرہ سوچو تو سہی۔ مذہب میں کیسے یکسانیت ہو سکتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں میں مذہبی اختلافات کے اتنے شیعے موجود ہیں۔ یہ بالکل قدرت کے موافق ہیں۔ اور یہ سب مل کر ہندو مذہب کو مکمل محیط کر دے اور سردیاں یک بناتے ہیں۔ جس کو تم ہندو مذہب کا نقص سمجھتے ہو وہ دراصل اُس کا کمال ہے۔ نظر کو وسیع کرو۔ اور تم سچی لی کو دیکھ سکو گے۔

تم کہو گے اگر یہ صحیح ہے تو پھر ناستکوں کو کیسے ہندو کہا جاسکتا ہے کیونکہ وہ الیشور کی ہستی تنک کے قابل نہیں ہیں۔ میں کہوں گا۔ اگر وہ الیشور کو نہیں مانتے تو ہرنج کیا ہے۔ ابھی عقل کے اُس زمین پر نہیں پہنچے جس پر چڑھ کر الیشور کا درشن کیا جاتا ہے۔ ان کو اپنی ہی کہنے دو۔ ہندو مذہب نے ایسا سامان پیدا کر دیا ہے کہ وہ

اپنے ہی طریقہ پر سوچتے سمجھتے ہوئے کسی وقت اس کو ساکشاں کار کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ چمگا در کہتا ہے سورج نہیں ہے نہ سہی۔ اُس کو سورج کے دیکھنے کی آنکھ عطا نہیں ہوئی۔ مگر اس میں زندگی ہے۔ زندگی کی ترقی کے سلسلہ میں جب اُس کی آنکھوں کو زیادہ روشنی برداشت کرنے کی طاقت آدیتی۔ وہ کسی وقت خود دیکھ لے گا کہ سورج کوئی چیز ہے یا نہیں۔ تم کو کیا استحقاق ہے کہ اُس کو زندگی سے محروم کرنا چاہتے ہو ضرورتاً تو اس بات کی ہے کہ جس طرح جسے سامان کے ساتھ اس کی بیداریش ہوئی ہے۔ اس کو آہستہ آہستہ اُسی سامان کے ساتھ ذرہ آہستہ پڑھنے کا موقع دیتے جاؤ۔ ایک دن اُس کا انکار اقرار سے تبدیل ہو جاوے گا۔ اور ہندو مذہب اس ناشک کو بھی اپنے مفاد سے محروم نہیں رکھتا اور تجربہ کہتا ہے کہ اگر ناشک سوچ دیا کرتے کرتے خود آسنک بن سکے اور ایشور کے جھگڑوں کی ہرست میں اُن کا نام داخل کیا گیا جینی کسی خاص ایشور کو نہیں ملتے۔ مگر روحانی ترقی کے سلسلہ میں وہ انہی کرتے ہیں کہ بعض انسان ترقی کرتے کرتے ایشور کو ٹی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ مانا تمام دھمال وہ اصلیت کو نہیں سمجھتے۔ مگر اس میں ہرج کیا ہے۔ جین مذہب اصلیت تک پہنچنے کا ایک خاص طرح کا ذریعہ ہے اسی طرح بڑھ مت والوں کو شخصی ایشور کی ہستی سے انکار ہے۔ مگر جو لوگ بڑھ کی پاک اداریاں نہ زندگی سے واقفیت رکھتے ہیں کہ اُن کو اُس کی ذات میں وہ خوبیاں نظر نہیں آتی جو ایشور نے مخصوص کی جاتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آخر میں اس بڑھ کو ہندو اداریاں کی طرح مانتے گئے۔

منزل مقصود تک پہنچنے کی راہیں بے شمار ہیں۔ کوئی دکن کی طرف سے چلتا ہے۔ کوئی پچیم کی طرف سے آتا ہے۔ کسی کی راہ پورب کی سمت سے آتی ہے۔ توئی اُتر سے اُس کی طرف چلائے۔ یہ سب منزل مقصود کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ اُن کے راستے الگ الگ ہیں۔ اُن کے راستوں کے نظارے الگ الگ ہیں۔ کسی کی راہ میں جنگل پہاڑ پڑتے ہیں کوئی پورا میدان سے آتا ہے۔ کوئی کشتی پر چڑھتا ہے۔ کوئی گھوڑے پر سوار ہے۔ کسی کے پاس زیادہ ساز و سامان ہے کوئی مانگتا کھاتا پو آ رہا ہے۔ ان میں سے کوئی مریض ہے۔ کوئی صبح الجھم ہے۔ سب کے حالات ایک سے نہیں ہیں اور نہ کبھی ہو سکتے ہیں۔ مگر ہر سب کا منزل اسی طرف ہے۔ ہندو مذہب اس کو جانتا ہے۔ اور سب کو تحریک اور ترغیب کی صدا گنا گنا کر کہتا ہے "بیدار ہو اٹھو چلو۔ اور جب تک منزل مقصود پر نہ پہنچو کہ تب تک چین نہ لو۔ اور نہ راہ میں پھرتے کا خیال کرو۔ یہ خوبی تم کو کہاں ملیگی۔ یہ بات صرت ہندو مذہب میں ہے۔ اور کسی میں نہیں۔ نہ۔

ہندو مذہب بربادی کا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ درستگی۔ زندگی ترقی اور تسلی کا طریق ہے۔ اس کو اس تلوار کے ہاتھ لگانے سے گریز رہا ہے۔ جو سوار ایک خاص طریقہ کے پیروکاروں کے دوسروں کو موت کے گھاٹ اتار تے رہتی ہے۔ ہندو مذہب تعصب سے برک ہے۔ وہ نہیں کہتا کہ سچائی صرف ہمارا ہی میراث ہے بلکہ وہ ادوں میں جزوی سچائی کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے۔ اور اُن کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہ اُن کا حوصلہ بڑھتا رہتا ہے۔ ہندو مذہب میں ہٹ دھرمی نہیں ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ تم زبردستی خواہ خواہ کسی عقیدہ پر ایمان لاؤ۔ وہ پرانا کو سب کچھ اور سب میں سمجھتا ہے۔ اور سب کو جائز عزت دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔ یہ ہندو مذہب ہے۔

آدرتم دیکھتے ہو کہ ہندو مذہب کے اس اعلیٰ آزادی اور زبردست درگزر اور آزاد پسندی کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ اس میں ہر قسم کے مذہبی خیالات اور روحانی اصول مکمل حالت میں نظر آتے ہیں جن مرحلوں سے ابھی دُنیا کے خاص خاص مذاہب کو گزرنا ہے وہ سب ہندوؤں میں تمام وکمال اپنے اصلی آب و تاب میں موجود ہیں۔ ہندو مذہب میں اودیت داد کا ذکر جس زوردار لہجہ میں کیا گیا ہے۔ وہ دوسرے اس قسم کے مذاہب میں نام کو بھی نہیں۔ ہندو مذہب میں اودیت داد اور سچی وحدانیت کی جو تعلیم دی گئی ہے اس کے جذب کرنے میں دُنیا کے دوسرے ایسے مذہبوں کو صدیاں لگیں گی۔ انرض مذہب کے کسی پہلو کو دیکھو اس میں تمام وکمال موجود ہے۔ باوجود اس کے کہ آجکل کے زمانہ کو تہذیب پر اس قدر ناز ہے مگر کیا اس ترقی کے زمانہ نے ہمارے مذہبی فلسفوں کی طرح اب تک کسی نے مکمل فلسفہ کے پیداکرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے؟ کبھی نہیں جو شخص الیادعوتے کرے وہ جھوٹا دعوتے ہے۔ مادہ پرستوں میں اب تک چار داک کی شخصیت کا ایک آدمی بھی پیدا نہیں ہوا۔ اور میڈم بلیوٹسکی سچ کہتی ہے۔ کہ اگر اس وقت چار داک موجود ہو تو ہر برٹ سپنسر اور کسلے سے اہل دماغ افس کی شاگردی کا فخر کرتے۔ وحدانیت کے سمجھنے والوں میں کہاں کسی نے شکر اچاریہ کی ایسی اعلیٰ اور زبردست شخصیت پیدا کی اور جرمنی کا مشہور فلاسفر شوبنہار اس اقرار میں حق بجانب ہے۔ کہ اُن نشدوں سے بہتر خیال کا اظہار کہیں بھی سامان نہیں ہے۔ اور وہ دُنیا میں ہمیشہ عزت اور تعظیم کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ یہ ہندو مذہب کی خوبی اور بزرگی ہے؟

تم کہو گے۔ کیا بُت پرستی بھی ہندوؤں کا طریق ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ ہندوؤں کو جو شخص بُت پرست کہتا ہے وہ سخت نادان اور غلط کار ہے۔ اُس نے ہندو مذہب کو نہیں سمجھا۔ کہاں کوئی ہندو مورتی کے سامنے کھڑا ہو کر یہ کہتا ہے کہ اے مورتی! تو بھتر سے بنی ہے۔ تجھ کو بُت تراش نے کاٹ کر بٹھا اور ایسی خوبصورت بنائی کہ وہ تو ہمیشہ یہ پرا رتھنا کرتا ہے۔ "بھگوان! تو اہم پار ہے۔ تیری ہمار کوئی نہیں جانتا تو انتریامی ہے۔ سرب شکیتماں ہے؟ ذرا غور کرنے سے خود بخود اس اعتراض کی جڑ کاٹ جاتی ہے۔

ہندوؤں میں مورتی صرف ایک چہنہ کی طرح استعمال ہوتی رہی ہے۔ تاکہ اس کے سہارہ لی جذبات کو یکسو ہونے کا موقع ملے۔ جو لوگ اور طرح پر دل کی دریتوں کو نہیں روک سکتے تھے۔ ابتدائی مرحلہ میں اس کو اپنا سہارا بناتے تھے۔ بعد کو اس سے تعلق بھی نہیں رہتا تھا۔ میں ہندوؤں مگر میں مورتی پر جانیں کرتا ہے اُس کا حامی ہوں۔ مورتی کا سہارا صرف وہ لوگ لیتے تھے جو عقل کے کشیف ہوتے تھے۔ جن کا خیال ذرہ ادبچائے وہ مادہ کے ان کشیف چہنوں کو جواب دے کر خیالی سہارا لیتے تھے۔ کیونکہ یہ روحانیت کے بام پر چڑھنے کا دوسرا زینہ ہے۔ یہاں خیالی مورتی موقی تھی۔ کیونکہ جو شخص البتور کو باب مال۔ راجہ۔ دوست۔ مالک کہہ کر یاد کرتا ہے۔ وہ بھی اصل میں اپنے دل کے جذبات یکسو کرنے کے لئے

ایسی خیالی مورتی سامنے رکھتا ہے۔ بات ایک سی ہے۔ وہاں مادہ کا کثیف چہنہ ہے۔ یہاں مادہ کا لطیف چہنہ ہے۔ کیونکہ خیال پھر بھی مادہ ہی ہے۔ مادہ سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں ہے۔ درنہ البشور اہل میں نہ ماں ہے نہ باپ ہے نہ راجہ ہے۔ نہ دوست ہے۔ جو اس کو ماں باپ کہتے ہیں وہ بھی اس کو مورتی مان بناتے ہیں۔ اور ان کے سامنے بھی انسان کی خیالی مورتی رہتی ہے۔ یہ روحانیت کا دوسرا مرحلہ ہے۔ آگے چل کر تیسرا مرحلہ جو یگوں کا آتا ہے۔ جس کے تعلیم پر تیار رہا۔ دہارنا۔ اور دھیان میں ڈک جاتی ہے۔ یہاں بھی خیال کے لئے ایک نہ ایک مرکز قائم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ کوئی سمجھنے کو نہیں سمجھتا ہے۔ یہاں تو محض اعراض جانے سے تعلق ہے۔ بھلا کوئی شخص جھو کو یہ تو بتا دے کہ سرودیا کا وہ دھیان کیسے ہو سکتا ہے کیسے کیا جاسکتا ہے۔ انسان کو اتنی عقل کہاں ہے کہ وہ اس سرودیا پکتا کے راز کو تو سمجھ سکے۔ آنکھیں بند کر دے۔ یا تو تم محیط سمندر کو لہریں مارتے ہوئے آنسو کر دے یا زیادہ سے زیادہ آکاش کا خیال کر دے مگر آکاش بطور خود مادہ ہے۔ اس کی سرودیا پکتا صرف نسبتی ہے۔ درنہ البشور کی درشتی سے وہ بھی محدود و غلیظ ہے۔ لوگ سمجھتے ہو جھٹے فاک نہیں اور ہندو دھرم پر شک چینی کرنے کو مے جاتے ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب جو ہندوؤں کو بت پرست کہتے ہیں سخت گمراہ ہیں کیا وہ البشور کے سمجھنے کے لئے کیا چہنہ کا سہارا بنیں لیتے؟ اپنے ارد گرد دیکھو۔ اور تم ان کو زیادہ بھولا بناؤ یا کنگے۔ یہ اس مختصر اعراض کا جواب ہے۔ جس میں ہندوؤں کو بغیر سمجھے ہوئے مورتی پوجک بتایا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ خود مورتی پوجک ہیں۔

بغیر چہنہ کی مدد کے انسان کسی طرح دل کو قابو میں نہیں لاسکتا۔ چہنہ نہ ہو تو نہ دھارنا ہو گی نہ دھیان ہو گا۔ حرت بطور خود چہنہ میں کتاب بطور خود چہنہ میں یہ آپ تو علم نہیں ہیں مگر ان کے سلسلہ میں علم کا گیان ہوتا ہے ان کی جڑ کاٹ دو۔ پھر تم علم کیسے حاصل کر سکو گے۔ دنیا کے تمام کتاب پرست اہل کتاب اگر مورتی پوجک نہیں ہیں تو کیا ہیں وہ اپنی کتابوں کو لاکھ کلام الہی نہیں مگر کتاب ہیں تو مورت کی صورت سے زیادہ ان کی وقعت نہیں ہے۔ برہماند مورتی ہے۔ پنج تقو مورتی ہیں۔ زمین و آسمان سب مورتی ہیں۔ ان کی جڑ کاٹ دو۔ اور پھر دیکھیں تو سہی تم کو کس طرح البشور کا آنسو ہوتا ہے۔ یہ اعراض تمام و کمال غلط ہے۔ اور اس کو ٹھہرنے کے لئے ذرہ بھی پاؤں نہیں ہے۔ بغرض حال ہندو اگر بت پرست ہیں تو وہ اس طرح کے بت پرست ہیں۔

گیتا رتن منظوم۔ مصنفہ ہندو رتن چند رتن۔ رسالہ آدم ۱۹۵۷ء میں ہندو جی کی منظوم گیتا شائع ہوئی تھی۔ اب لوگوں کی زبردست خواہش کے مطابق اس کو کتابی صورت میں چھپوایا گیا ہے۔ ضرورت مند اصحاب مشکوٰۃ راہبہ اٹھا دیں۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ علاوہ محمولہ کے ملنے کا ہے۔ دفتر رسالہ "آدم" جمیری گیڈٹ دھلی۔ ۴۔

آج کے یگ کا یہ انسان

(از کوئی لوگ نا تھ جی دل)

جیسے نہ مندر کا سنان | جسے نہ مسجد کا اجمیان
 جہاں کا کوئی دھرم نہ دین | جو خیرات کرے نہ دوان
 آج کے یگ کا یہ انسان
 جسے نہ پوجا پاٹھ کا دھیان | جسے نہ ہو نماز کا گیان
 جسے نہ مقبروں سے ہو پیار | جسے نہ تیرتھوں کی پہچان
 آج کے یگ کا یہ انسان
 یاد نہ ہو جس کو شمشان | بھولا جس کو قبرستان
 سچے مالا کو جو ڈھونگ | تسبیح سے جس کا اپنان
 آج کے یگ کا یہ انسان
 جو سہند نہ مسلمان | جس کا دھرم نہ کچھ ایمان
 جسے نہ گیت سے ہو پیار | اچھا لگے نہ جسے قرآن
 آج کے یگ کا یہ انسان
 بنے جو اپنے آپ مہمان | کرے جو اپنے ہی گن گان
 جس کا رام نہ کوئی رحیم | جس کا مالک نہ بھگوان
 آج کے یگ کا یہ انسان
 مینے سے گائے ہری گن گان | نڈل میں داب کے پھر کرپان
 کرتا ہے سب کائے کام | پھر بھی کہلائے شرمیان
 آج کے یگ کا یہ انسان
 مل جائے جب بڑا سھان | رکت کرے چھوٹوں کا پان
 جس سے پاتا ہے سھان | انہیں کا کرتا ہے اپنان
 آج کے یگ کا یہ انسان
 یتیم یتیم یتیم

کلنی دھرتی گوبند سنگھ جی نہال جی کا بیرون حیرت

انڈیگان چندرمپال جرنلسٹ ہوشیار پور

بھارت درش کے پراچین شہر پٹلی پتر (پٹنہ) میں سکھوں کی نادیں پادشاہی گوردیتھ بہادر جی براجمان تھے۔ دیش کے پیار کے لحاظ سے ان کو "ہند دی چادر" بھی کہا جاتا تھا۔ ان کی استری کا نام ماتا گجری تھا۔ دونوں نیک خیال کے تھے اور بھگوان کے سچے بھکت تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ گوردیجی باہر جانے لگے۔ اور جاتے ہوئے کہا کہ ہمارے گھر میں بھگوان کی شکتی کا پرکاش ہو گا۔ چنانچہ عین شہر موخ پر ۱۶ جنوری ۱۹۶۱ء مطابق پودہ شادی ساتویں سہ ۱۹۶۳ء کے دن چاند سال کا پیدا ہوا۔ گوردیجی کے کہنے کے مطابق اس کا نام گوبند رکھا گیا۔ ان دنوں بھیکم شاہ فقیر جو کہ ریاضت میں مشہور تھا۔ ایک دن اپنے مریدوں کو کہنے لگا کہ میں ایک خدا کے پیارے کے نیاز حاصل کرنے جا رہا ہوں۔ جب انہوں نے کہا کہ داہ۔ ایک مومن ہو کر "ہند" کے گھر جا رہے ہو۔ یہی ہے ہماری مسلمان؟ آخر اس نے کہا کہ بھی! مجھے خدا رسول کی طرف سے ایسا ہی "ایلام" ملا ہے۔ چنانچہ بھیکم شاہ اپنے ڈیرہ سے گوردیجی کے گھر آیا۔ اور آتے ہی ننھے بالک کے درشن کرنے کو کہا۔ پہلے تو انہوں نے دکھانے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر ایک سفید اور لمبی داڑھی والا نمازی خیال کرتے ہوئے بالک کو رد مال میں لپیٹ کر اس کے ہاتھوں میں دے دیا۔ تب بھیکم شاہ نے الگ ایک کمرہ میں جا کر ایک کونہ "جس میں پانی تھا اور دوسرا جس میں دودھ" تھا دونوں آگے رکھ دیئے۔ تب گوبند جی نے دونوں پر ہاتھ رکھا۔ یعنی ان کی نگاہ میں ہندو مسلمان ایک جیسے ہیں۔ کوئی فرق نہیں۔ تب شاہ جی کو پوری تسلی ہو گئی اور بہت ہی خوش ہوا۔ اور گوبند جی کا معتقد بن گیا۔ اور واپس چلا گیا۔ اس کے بعد گوردیجی بھی باہر سے واپس آئے۔ اور ننھے کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ رفتہ رفتہ گوبند جی بڑے ہوئے۔ اور وہ چھوٹی عمر میں ہی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ میردکمان سے کھیل کرتے تھے۔ اور ان کو ایسا کرنے کی خاطر جھٹہ بندی دلا رکھا (کرنا سکھاتے۔ اور خود روزانہ خوب ورزش کرتے) ماتا گجری نے گوبند جی کو دوسو روپے کے کرے (تنگن) پہنائے ہوئے تھے۔ ایک دن ایک کڑا کھیلنے کھیلے ہاتھ سے اتر کر پانی میں گر پڑا۔ اور واپس آکر گھر میں آکر کہا کہ کڑا پانی میں گر گیا ہے۔ ماتا نے کہا چلو بیٹا۔ تجھے وہ جگہ دکھاؤ؟ چنانچہ دونوں دہاں پانی کے قریب آئے۔ اور آتے ہی دوسرا کڑا اُتار کر کہا کہ ماتا جی! یہاں پر کڑا اگر گیا ہے۔ تو یہ دونوں کڑے پانی میں گر گئے۔ اور کوئی پرداہ نہ کی۔ اور آپ کو پچیس روپے ہی سونے چاندی اور مایا سے سخت نفرت تھی۔ ان دنوں دیش میں اورنگ زیب کا راج تھا۔ اور وہ بڑا ہی متعصب تھا۔ ہندو اس کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ روزانہ کئی ہندوؤں کے جلیو (ڈیکو پوسٹ) اور چوٹیاں کٹوا

کر روٹی کھاتا تھا۔ اور ساری طاقت مذہب اسلام کی تبلیغ پر صرف کیا کرتا۔ اورنگ زیب کے حواری حکومت کے رعب سے ایسا کر کے اپنی من مانی کرتے تھے۔ اس طرح ریاست کشمیر کے کشمیری برہمن اس کے ظلم و ستم کی تاب نہ لا کر ایک جگہ شری امر ناتھ سوامی کے مندر میں اکٹھے ہوئے۔ اور وہاں پورے چالیس یوم تک ہون بیکہ کیا۔ اور بھگوان سے پرار بھنا کی۔ کہ بھگوان ہماری موجودہ مصیبتوں کا حل کیجئے۔ آخر بیکہ کی پورن آہوتی کے بعد ان کا ایک دفعہ گورو تیغ بہادر کے پاس پہنچا۔ اور جا کر کہا۔ ہمارا راج! آپ ہی بڑے ہیں۔ ہم کو اس ظالم راج سے بچائیے۔ ہماری جان و مال کی حفاظت کیجئے۔ ہندو دھرم کو سخت خطرہ درپیش ہے۔ تب گورو جی نے ذرا سوچ کر کہا۔ کہ ذاتی آپ دیکھی ہیں۔ مگر اس وقت دلش کو بچانے کے لئے ایک بہانہ دیکھنے کی ضرورت تھی۔ نیند ت بچا رہے سوج میں پڑ گئے۔ جان سب کو پیار کی ہوتی ہے۔ پاس ہی گوبند جی بیٹھے سب باتیں سن رہے تھے۔ انہوں نے اپنی تو ملی زبان سے کہا۔ کہ ہمارا راج! آپ سے بڑھ کر اس وقت دلش میں اور کون سا دیکھتی ہے؟ چھوٹا منہ اور بڑی بات کے مصداق گورو جی نے کوئی برائہ نہ مانا اور کہا۔ کہ اچھا! تو سال کا پتہ اور یہ جذبات؟ مجھے منظور ہے، اس کے بعد گورو تیغ بہادر کو شاہی فرمان کے ذریعے دہلی بلا لیا گیا۔ اور ان کو ہندو دھرم چھوڑ کر مسلمان بننے کے لئے مجبور کیا گیا۔ مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور اس وجہ سے ان کو طرح طرح کے دکھ دیئے گئے۔ مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری اور باقاعدہ سرباٹ کا ٹکڑ سا جواب دیتے رہے۔ آخر بادشاہ نے ان کا سرتن سے جدا کر دیا۔ اور وہ قوم کی خاطر شہید ہو گئے۔ (جہاں اب چاندنی چوک میں گورو دارہ سیس گنج بنایا ہے) آخر ان کی شہید کی خبر گوبند جی کو مل گئی۔ اور وہاں بیباہت ہی دکھی ہوئے۔۔۔ اور دل میں پکا عہد کر لیا کہ اب تو اپنا جون منوں کو لٹا کر دے گا۔ اور ہمت نہ ہاروں گا۔ بعد میں وہاں سے آند پور (موشیار پور) میں آئے۔ اور وہاں آند پور کی پیاروں میں بھرن کرتے رہے۔ اور اس علاقہ میں عرصہ تک جوقہ بندی کرتے رہے۔ اور دلش کے سنگٹ کا پرچار کرتے رہے۔ آخر ایک دن چنڈی دیوی (شکٹی) کا بیکہ شروع کر لیا۔ جس میں بھارت کے اوجیہ کوئی کے دودان کا شتی، مٹھرا۔ بندرا بن۔ ہری دوار کے کرم کا ندی نیند بلوائے گئے۔ اس میں دودرا سے اور بھی کافی لوگ پہنچ گئے۔ تمام لوگ ہمت ہار بیٹھے تھے۔ اور کوئی ہندو قوم کا سچا ہتھی نہ تھا۔ رہی سہی کسر اورنگ زیب کے ظلم تشدد نے پوری کر دی تھی غرضیکہ ہون بیکہ کی پورن آہوتی پڑی۔ تب گورو جی نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سنو! اب ہندو قوم جو کہ بلاشبہ رشیوں کی اولاد ہے۔ پر مسلمان نے بڑا ظلم کر رکھا ہے۔ گویا ہندو قوم کا جینا حرام ہے۔ اگر اس کا کوئی لاکھ عمل اختیار نہ کیا گیا۔ تو ہندو قوم کا نام بالکل منظر ہستی سے مٹ جا دیکھا۔ ہے کوئی ہندو قوم کا سچا غمخوار جو اپنی جان قربان کر سکے۔ ایسا جوشیلا بھاشن دیا کہ سکوت کا عالم طاری ہو گیا۔ تب اتنی حاضری میں صرف پانچ ہندو لگے۔ اور کئی دودھ پیئے دالے مجھوں قربانی کے ڈر سے بھاننے لگے۔ اور آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ گورو جی نے ان کو کہا۔ کہ مجھے تو سروس کی ضرورت ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ ہمارا راج! ہماری خوش قسمتی ہے۔ جو اپنا یہ فانی مشیر گورو کے چروں میں لگے گا۔ تب گورو جی نے ان کی باری باری کھڑی آزمائش لی اور ان کو کھڑے سے امرت پلایا اور ان کے نام دیا سنگھ۔ دھرم سنگھ۔ محکم سنگھ۔ زور اور سنگھ۔ ہمت سنگھ لکھا۔ اور ان کو سکھ دشمن بنا کر پانچ لکے (کچھ لکڑا۔ کیس کرمان۔ کٹکا) کی وردی (بانا) مقرر کر دیا اور وہی امرت چروٹیوں کو پلایا۔ تو گورو شکتی سے انہوں نے بازوں

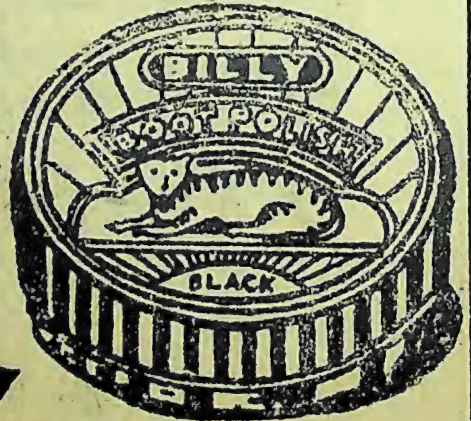
کو مار بھگایا۔ گویا گوردجی نے قومی سپرٹ کا انجکشن لگا دیا۔ اور خوش قسمتی سے اس دن بیاکھی کا دن تھا۔ گوردجی نے اپنے پوتر ہاتھوں سے خالصہ پنپتھ کو سجایا اور اس کا نام "خالصہ دل" رکھا۔ اس کے بعد ہزاروں دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا دیکھی اس فوج میں شامل ہونا منظور کر لیا۔ گویا ایک فوج ہی تیار ہو گئی۔ اور جہاں جہاں مسلمانوں کے صوبے ہندوؤں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ اُن پر حملہ کر کے اُن کو بھگا دیا کرتے تھے۔ جہاں یہ کاروائی عمل میں لائی گئی تھی وہاں اب بھی آندپور صاحب میں ایک چوترہ بنایا ہے۔ اور ساتھ ہی پانی کی ایک باڈی ہے۔ شاندار گوردوارہ بھی ہے۔ اور سات میل اور چالی پر بنیادیوں کا مندر ہے۔ بعد میں ماچھوارہ میں مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کی گئی۔ اور ان کے دانت کھٹے کھٹے گئے۔ اس کے بعد چالیس سکھوں کے ایک جھٹے کی کشتی میں مسلمانوں کے ساتھ سمٹ کر بھڑ پور اور کافی لڑائی ہوئی۔ آخر اس میں چالیس سکھ قوم کی خاطر رٹتے رٹتے جام شہادت نوش کر گئے۔ ان میں ایک سکھ جہاں سنگھ جو کہ پہلے گوردجی سے بے مکھ ہو گیا تھا وہ بھی مارا گیا۔ آخر غنڈ پتی ہوئی ردوؤں کے آخری وقت میں گوردجی نے ان کو آئینہ دیدی۔ اور ان کو نکلت کیا اور جہاں سنگھ کی گستاخی معاف کر دی۔ گنڈ کے نام سے ایک تالاب بنایا ہے۔ جہاں شاندار گوردوارہ بنایا ہے۔ اور ماٹھی کے دن ایک بڑا بھاری میلہ لگتا ہے۔ اس کے بعد روپڑا بنالہ کے نزدیک چکور کے قلعہ میں منلوں سے جنگ ہوئی۔ اس میں سکھ فوجوں نے کافی ہمت سے کام لیا۔ گوردجی نے اپنے دونوں لڑکوں کو جنگ میں لڑنے کی ایادی۔ اس جنگ میں لڑتے لڑتے ایک لڑکے کو پانی کی پیالہ لگی۔ تب اس نے گوردجی سے پانی مانگا۔ مگر گوردجی نے کہا کہ بیٹا۔ اب تو دشمن کے خون سے ہی اپنا پیاس بجھاؤ۔ چنانچہ اس جنگ میں دونوں شورسیر مارے گئے۔ اور گوردجی کے دوسرے دونوں لڑکوں کو پیکر کر سر ہندش لے گئے۔ اور ہندو دھرم چھوڑنے کیلئے کہا۔ اور کافی لالچ دے دیے۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی۔ آخر دونوں کو زندہ ہی دیواروں میں جوتا دیا گیا۔ بڑے لڑکے نے چھوٹے سے کہا کہ تم خوش قسمت ہو۔ میں پیچھے رہ گیا ہوں تو عمر میں چھوٹا ہے۔ مگر مجھ سے پہلے شہیدی پر اپت کر رہا ہے۔ الغرض دونوں ہی دیواروں میں جوتا دیئے گئے۔ ایدہ ظالموں نے کوئی رحم نہ کیا۔ اور چاروں لڑکے ہندو قوم کی خاطر تر بان ہو گئے۔ ماننے گوردجی کو کہا کہ تمہارے لالہ کہاں؟ تو گوردجی نے ہمت باندھ کر کہا کہ دیکھو یہ سب بچے آپ کے ہی بچے ہیں۔ انہیں اپنے بچے خیال کریں۔ علامہ ازیں گوردو گوبند سنگھ جی نے ہمت نہ ہاری۔ اور اپنا کام بدستور جاری رکھا۔ اور رفتہ رفتہ دکھی جنتا آرام کا سانس لینے لگی۔ ظلم بھی آخر کب کسی کا ہمیشہ ساتھ دے سکتا تھا۔ آخر ۱۶۵۷ء میں اورنگ زیب اس دیش سے چلتا بنا۔ جو کہ بزور شمشیر ہندوؤں کو مسلمان بنانے کا دعوے دار تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ منل بادشاہوں میں سے اورنگ زیب جیسا ظلم ہندو قوم پر کسی نے نہیں کیا۔ اس نے تو اپنے باپ کو بھی قید کر رکھا تھا۔ اس کے بعد گوردجی آندپور صاحب سے دکھن میں "ندھیر" کے استھان پر چلے گئے۔ وہاں جا کر اپنا ڈیرا لگا دیا۔ آگے گوداوری ندی کے تٹ پر لکشمی دیویراگی پونچھ (راجوری نواسی) ایک جگہ تپسیا میں مشغول تھا۔ گوردجی نے اس کو دیش کے سنگٹ دور کرنے کے لئے اپدیش دیا۔ اور اُسے اپدیش دے کر وہاں سے پنجاب بھیجا۔ تب بندہ بیراگی نے ادھر اگھر سر ہند کی اینٹ سے اینٹ سجادی۔ اور اس جگہ میں صوبیدار وزیر خاں مارا گیا۔ آخر اپنا کام سمپت کر کے گوردجی نے ایک اٹھی گنڈ تیار کیا۔ اور اپنے چیلوں کو کہا کہ اس کے اندر کسی کو نہ

آنے دینا۔ اور نہ ہی بعد بیماری یادگار بنانا۔ اور شری گورو گرنمہ صاحب کو ہی تمام سکھ اپنا گورو مانیں۔ اور کسی کو نہ ماننا۔ اور آپس میں بلا مذہب و ملت محبت پریم سے رہنا۔ یہی منش ماتر کی سچی سیوا ہے۔ بعد میں دہاں دیکھا۔ تو کچھ بھی نہ پایا۔ وہ انہی دیوتاؤں پر دلش کر گئے۔ ادھر ایک سیدک نے ان کو باہر جنگل میں جلاتے ہوئے گھوڑے پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اور ہاتھ میں نیزہ اور بازو پکڑا ہوا تھا۔ سیدک نے سب سے جھٹکایا اور انہوں نے اسے آشیرداد دیا۔ مگر ڈیرے پر آکر سنا۔ تو حیران رہ گیا۔ اور جب انہی کو دیکھا گیا۔ تو اس میں ایک کڑا اور ایک کرپاں نکلی۔ جو کہ ان کی نشانی اب تک گوردوارہ میں پڑی ہوئی ہے۔ گویا گورو گوبند سنگھ جی کا پیر لوک مگن۔ کار تک شادی پنچھی سہ ۱۷۵ (۵ نومبر ۱۷۵۸ء) کو اچل نگرندھیڑ میں ہوا۔ (جسے اب حضور صاحب بھی کہتے ہیں) بعد میں نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی نے کافی ظلم کیا۔ مگر مسلمانوں کے باہمی تعلقات بگڑ گئے۔ اور اس کا سکھوں نے فائدہ اٹھایا۔ اور جنگل بیابانوں سے نکل کر میدان میں آکر اپنا ادھیکار بنالیا اور کافی دیر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ ان میں ایک سردار چڑھت سنگھ کے پوتے ہمارا جہ رنجیت سنگھ نے منلوں پر نچ پا کر پنجاب میں خالص سکھ راج قائم کیا۔ اور شیر پنجاب کہلائے۔ جس کی تاریخ شاید بے گورو گوبند سنگھ جی نے مہند قوم پر اور بھارت دیش پر ایک احسان کیا جس کو بیان کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن سی بات ہے۔ علاوہ آپ نے دھارنک گرنمہ ڈچتر نائک بھی لکھا۔ جس سے سب جتنا فیضاب پورپی ہے۔ اور یہ آپ کے ہی داک ہیں۔ کہ چڑیاں سے باز لڑاؤں۔ تبھی گوبند سنگھ نام دھراؤں۔

میں ہی پریم پیکھ کا داسا + دیکھن آ یو جگت تاتا

گورو جی نے دُنیا کے لوگوں کو راستی اور سچائی کا راستہ دکھایا۔ اگر تمام سکھ صاحبان گورو جی کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں تو موجودہ وقت کی تمام فرقہ داریاں اور مذہبی جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔

بُٹوں کی جان اور شان
بلی بوت پالش
روزانہ لاکھوں استعمال کرتے ہیں



رشکِ جہاں

← بیتاب علی پوری ادیب فاضل (سونی پت)

قدم قدم پہ چراغ وفا جلا کے چلو
چلو اے فخر وطن سر کو تم اٹھا کے چلو
نفاق و کینہ و نفرت بھی میل کے چلو
جوائے دہریہ کوئی تو گل کھلا کے چلو

ہر ایک ذرے کو خورشیدِ تم بنا کے چلو
اٹھو اٹھو کہ زمانہ پکارتا ہے یہی
وہ وطن میں ہیں کچھ خارِ بغض و نفرت کہ
یہ زلیست کیا ہے کہ آئے بھی اور چلے بھی گئے

پیام امن زمانے کے چلو بیتاب
کہ اپنے ہند کو رشکِ جہاں بنا کے چلو

حقیقت

← از بیتاب علی پوری ادیب فاضل سونی پت

اک ذرہ دنیا ہوتا ہے	اک قطرہ دریا ہوتا ہے
جو دردِ جہاں کو دیتا ہے	خود آ کے مسیحا ہوتا ہے
انسان کے بیخود ہونے پر	دل گرم تماشا ہوتا ہے
لبسِ حسن و محبت میں ہم	پردہ کو ہٹانا ہوتا ہے

بیتاب کبھی اس دنیا میں

غمِ غم کا مداوا ہوتا ہے

~~~~~



# سیکھ مذہب میں

(ہاشمہ ست مادہ کی قلم سے)

یہ کون نہیں جانتا کہ سیکھ مذہب اور سیکھ بھائی ہندوؤں کے ہی گوشت پرست کا ایک حصہ ہیں۔ اس کے سنی دسوں گورد صاحبان ہندوؤں و کشتریوں کے گھر پیدا ہوئے اور کشتریوں میں ہی بیاہے گئے۔ ہندوؤں سے سدھار کے لئے ہی اس تحریک نے جنم لیا۔ اور ہندو دھرم کی رکشا ہی انہوں نے اپنا نصب العین بنایا۔ کئی گوردوں نے ہندو دھرم کیلئے اپنا بلیدان دیا۔ لیکن جب انگریز بہادر یہاں آیا تو اس نے ہندوؤں کی ایک جہتی کو توڑنے اور اس میں انتشار پیدا کرنے کی کئی چالیں چلیں۔ سیکھوں کو الگ کرنے کے چیلے بہانے ڈھونڈھے۔ ایک انگریز میکالف کو سنگھ بھی سجا دیا گیا۔ سیکھوں میں سے کچھ ایسے آدمی مل گئے جنہوں نے ان کے اشاروں پر یہ اعلان کیا کہ سیکھ ہندوؤں سے ایک الگ فرقہ ہیں۔ ان کے لئے نوکریاں اور نیابتیں الگ مخصوص کر دی گئیں۔ آہستہ آہستہ یہ تحریک بڑھتی گئی۔ اب حالت یہ ہے کہ سیکھ اپنے آپ کو ہندوؤں سے الگ سمجھنے لگ گئے ہیں۔ حالانکہ ان کا کوئی سدھانت کوئی رسم و رواج ہندوؤں سے مختلف نہیں۔ ہندوؤں کی غفلت دیکھتے کہ ان کی طرف سے سیکھوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ جو ہندوؤں کی بے حسی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

میں نے سیکھوں کی کتب مقدسہ کا مطالعہ کیا۔ مجھے سیکھ مذہب کا کوئی ایک ادھا اصول بھی ہندو دھرم سے مختلف کہیں نہیں ملا۔ جس کی بنا پر سیکھ مذہب کو ہندو دھرم سے علیحدہ سمجھا جاسکے۔ جس نے چند سیکھ و ددانوں سے بھی دریافت کیا مگر وہ بھی کوئی ایسا اصول نہیں بتلا سکے۔ ایک سیکھ صاحب نے جو سیکھوں کو ہندوؤں سے الگ مانتے ہیں سب سے آگے ہیں بتلایا کہ سیکھ دھرم میں صرف ایک پریشور کی پوجا لکھی ہے۔ اور ہندو دھرم انیک دیوتی دیوتوں اور بتوں کی پرستش میں مبتلا ہے۔ نیز یہ کہ ہندو دھرم میں رام اور کرشن کو الیشور کا اوتار مانا جاتا ہے۔ بس کے صرف یہ ایک فرق بتلایا گیا ہے۔ لیکن جس قدر بت پرستی سیکھ مذہب میں جاری ہے۔ اس کا عشر عشر بھی ہندو دھرم میں نہیں دربار صاحب۔ گرنتھ صاحب۔ منی صاحب۔ پیرھی صاحب۔ سرمان صاحب۔ رومال صاحب۔ ہر مند صاحب۔ اکال تخت۔ پنچ صاحب۔ بیری صاحب۔ مانی صاحب۔ بابا بل صاحب۔ وغیرہ بیسیوں صاحبوں کی پوجا جاری ہے۔ گرنتھ صاحب کو بھوک لگایا جاتا ہے۔ اشنان کرایا جاتا ہے۔ داتن کرائی جاتی ہے۔ چوری بھلائی جاتی ہے۔ سٹھائیکا جاتا ہے۔ دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ ہر مند کی دیلین پر ماتھا رکھا جاتا ہے۔ مندر پر فدی میوٹی گوردوں کی مورتیوں کے آگے سجدے کئے جاتے ہیں۔ شہیدوں کی سمدھوں پر سجدے گذر جاتے ہیں۔ بابا بل صاحب کی ٹھٹھیاں بھری جاتی ہیں۔ جس نے ہر مند امرت مر کے گرنتھوں اور گیکانیوں کو گوردوں کی مورتیوں کے سامنے سر سجدہ پوتے چنٹھ



دیکھائے۔ سیکھوں کا یہ عذر کہ حرف جاہل سیکھ ہی بُت پرستی کرتے ہیں اس لئے غلط ہے کہ بے جان گرنٹھ صاحب کے آگے اور اکال تخت میں پڑی ہوئی گوردی کی مورتی کے سامنے بڑے بڑے کیا نی سیکھ بیٹھ سکتے ہیں۔ اگر سیکھوں کی تعلیم میں بُت پرستی نہ ہو تو سیکھ اسے سختی سے منع کرتے۔ جب ہم دسم گرنٹھ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گوردی گربند سیکھ جی چنڈی - کالکا - اہ - کا - دُرگا - شو اسکار تیکائی - کامر دیا - کچیا - منگلا - ستیلا - بھدر کالی - گورجا - بھوانی - تو لا - بھیروی - سندھا - بھارگوئی - منگلا - پنکلا - جوگ - بابا - کپالی - چھلا - آچھلا - الشوری - جوالا وغیرہ وغیرہ ۳۲ دیویوں کے متعقد تھے۔ جیسا کہ دو چار شلوک درج ذیل ہیں۔ دیکھئے صفحہ ۱۱۰ دیوی جی کی اُسنت :-

”نوبھیروی - بھارگوئی ام بھوانی - نو جوگ جوالا دھری سرب مانی - بھوی - بھادانی بھیروی بھیم رڈیا - نو منگلا پنکلا نیم انوپا - نو سینگھ داہی نو دوار کارم - نو کھگ دگم - جھما جھم بارم - نو چتر باہی - نو راشٹ - بام - نو پوکھی سرب عالم پنا پنا +

جیستی نو منگلا کالکیم - کپالی نو بھدر کالی سوامی - دُرگا نیم - چھایم نو دھاتریم - سوہا سداہیم نو ستیہ ایم - ”نوبھیم رڈیا نوک - ماتا - بھوی بھادانی بھو کھیا نابہ ماتا - منستم منستم منستم بھوانی - سدا را کھ لے مو پے کر پائے ” کرپانی +“ اسی سری پچتر ناتکے چنڈی چتر ترے دیوی جو کی اُسنت برنم سپتہ ادھلے سپہورنم .. اشوشہ منو“ آد گرنٹھ صاحب صفحہ ۶۰ گوردی کی وار محلہ میں گوردی صاحبان کی مورتیوں کی پوجا کرنی لکھی ہے۔

”برنام دی تان - ہر نام دی بان ہر ناموں رکھ کر ادے - جو ت لائے پوجے گوردی مورت - سون اچھے پھل پاو یعنی جو کوئی سیکھ اپنے گوردی مورتی کو دل لگا کر پوجتا ہے۔ وہ حسب خواہش مراد پاتا ہے۔ نیز صفحہ ۶۶۱ راک دھنا سری محلہ میں گوردانک صاحب کا فرمان بھی یوں درج ہے۔ کہ سنگور کی مورت پر دے دسا دے جو اچھے سولی پھل پائے +“

آد گرنٹھ صاحب میں بھگوان رام چندر اور کرشن جی ہاراج کو جاجایشور یا ایشور کا ادا تار لکھ کر دونوں کی پوجا کرنی لکھی ہے۔ لیکن سیکھ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ رام اور گپال انفاط سے گوردی صاحبان کا مطلب ایشور تھا نہ کہ دشرٹھ یا داسدیو کے بیٹے رام اور کرشن مگر آد گرنٹھ صاحب راک سورٹھ محلہ ۵ صفحہ ۹۶۳ پر سیارام نام چنے کی ہدایت لکھا جانا ثابت کرتا ہے کہ گوردی صاحبان ماتا سیتا کے پتی اور ہاراج دشرٹھ کے بیٹے رام کی پوجا کیا کرتے تھے۔ آدرا انہیں ہی ایشور مانتے تھے۔ شلوک یا شبہ درج ذیل ہے +

”ہتوں ہوں کرت بہائی آد دھ ایجا کو کام نہ کینا - دھات دھات تہہ تپتیا سیارام نام نہیں چنیا“ ایضا صفحہ ۱۲۰۱ سارنگ محلہ لم گھرہ“ جب من مادھو مدھو سوڈو ہر سری رنگو پر میرد ست پر میرد پر بھو“ اس شبہ میں مدھو سوڈو مادھو یعنی بھگوان کرشن کو پریشو۔ لکھ کر اس کا جاپ کیا گیا ہے۔ آد گرنٹھ صفحہ ۵۳۳ شلوک سنسکرتی محلہ میں خود گوردانک دیوی ہاراج بھگوان داسو دیو کرشن کو زرخند دیو یعنی خدا کے قادر مطلق اور اپنے تئیں کرشن کا داس کہتے ہیں۔ ایک کرشنم ت سرب دیو دیو دیوات آتا۔ آتم سری با سو دیو مے کوئی جاسنی بیو۔ نامک تاکو داس سوئی نہ بخند دیو۔“

سیکھ گوردی صاحبان مورتی پوجا کے قائل تھے۔ دسم گوردی صاحب تو گرنٹھ صاحب کو ہی گوردی یعنی پریشور مان کر بے جان گرنٹھ کی پوجا چلا دی۔ ”آگیا بھئی اکال کی تبھی چلا پونچھ + سب سیکھن کو حکم ہے گوردی پر گرنٹھ“



گرنفقہ صاحب میں گورو دیو جاکي تعليم ملاحظہ فرمائیے۔ صفحہ ۴۴ "صفحہ ۴۴" شکل پدارتھ تیس بی جن گورو دھما جائے۔  
 گرچرن جن من لگا سے دھما جائے۔ گردانا سمرتھ گر۔ گرسب ہی ریا سماء۔ گر پر میر پاو برہم گرد بڈائے ترائے۔  
 صفحہ ۴۵۔ راگ آسا محلہ ۵۔ سنگر اپنا سد سدا سماء۔ گر کے چرن کیس سنگ بھاڑے۔ گر پوے کے چرن ہے۔ کوئی  
 جنم کے پاپ ہے۔ گر بن دوجا ناہیں تھاؤں۔ گردانا گرد پوے ناؤں۔ گر پار برہم پر میر پاپ۔ آٹھ پیر نانک جاپ۔  
 صفحہ ۴۵۔ گونڈ محلہ ۵۔ گر پر میر ایکو جان۔ جو تیس بھادے سو پر دان۔ گورو میری پو جاؤر د گونڈ۔ گورو میرا پار برہم گورو  
 صفحہ ۵۸۴۔ راگ وڈھنس دار محلہ ۳۔ سو سنگر سیو سدا سدا سدا جن جن ہر پر نام در دھایا۔ سو سنگر پو جودن سورات جن جگن  
 جگدیش چایا۔ صفحہ ۵۸۷ محلہ ۳۔ امر تیر تھ گیان ہے سنگر دیا بھائی۔ میل ہی من نزل ہوا امر تیر تھ پناہی۔  
 صفحہ ۵۸۸۔ محلہ ۳۔ جن جگ جیون اپدیا تیس گورو کو پوں سدا نگھایا۔ تیس گورو جوں کھیاں جن مدھو سوڈن ہر نام سنایا  
 سکھنی صاحب محلہ ۵۔ سو سنگر جس روے پر ناؤ۔ انک بار گر کے بلجاؤ۔

صفحہ ۱۱۳ بھیرو محلہ ۲۔ ہر کا سنت ہر کی ہر مورت جس ہر دے ہر نام مرار۔ متک بھاگ ہر دے جس لکھیا سو گورو  
 نیت ہر دے ہر نام سدا۔ صفحہ ۳۷۸۔ گوری باون لکھری محلہ ۵۔ گرد پو ماتا۔ گرد پو تپا۔ گرد پو سوامی پر میر پاپ۔  
 گورو دیو سکھا۔ آگیاں بھجن۔ گرد پو بندھ پ سہودرا۔ گرد پو داتا ہر نام اپدیے۔ گرد پو مننت مزدہرا۔ گرد پو سانت ست بھ  
 مورت گورو دیو پارس پر سپرا۔ گورو دیو تیرتھ۔ امرت سرد۔ گر گیان جن اپر میرا۔ گرد پو کرتا سب پاپ ہر تا گورو دیو تپت پوتر  
 کرا۔ گورو دیو اد جگاد جگ جگ گرد پو مننت ہر چپ ادھرا۔ گرد پو سنگت۔ پر بھ میل کر کر پاپم موروھ پاپی جیت لگ تیرا۔ گرد پو  
 سنگر پار برہم پر میر گرد پو نانک ہر سنگرا۔

صفحہ ۱۳۸۰۔ گونڈ محلہ ۵۔ گورو کے چرن ر دے ہیں دھارو۔ گر پار برہم سدا انسکارو۔ بھولے لوگ ماراگ پایا  
 اور تیاگ ہر بھگتی لایا۔ گر کرتا گر کرنے جوگ۔ گورو پر میر ہے بھی ہوگ۔ گر پر میر ایکو جان۔ جو تیس پادے سو پر دان۔  
 صفحہ ۱۸۳۸۔ بھیرو محلہ ۵۔ سنگر کے چرن دھوے دھوے پواں۔ گر نانک جب جب سدا جیواں۔  
 گرنفقہ صاحب میں سنگر دواں جگ گورو صاحبان کو پر مشورہ مان کر سکھوں کو گورو دواں کی پوجا سکھائی گئی ہے۔ جب کا نتیجہ  
 ہے کہ آج ہر ایک سکھ گورو دواں کو گورو دواں کے جسم گرنفقہ صاحب کو الشیور مان کر گورو دواں کا پجاری بنا پڑا ہے۔ یہاں  
 تک کہ خود گورو ار جن دیو جی ہمارا جگ گورو نانک صاحب کو پر مشورہ مانتے تھے۔ جیسا کہ آد گرنفقہ صاحب صفحہ ۸۷  
 محلہ ۵ میں لکھتے ہیں کہ گورو نانک نانک ہر سوئی۔

صفحہ ۱۳۹۰۔ محلہ ۱ سوئیے۔ ست جگ تے مایو۔ چھیلو بل باون بھائیو۔ تری تے تے مایو رام رگھو بنس کہا ہو۔ دو پر  
 کرشن مراری کنس کرتا تھ کیو۔ اگر سین کو راج آجھے بھگت جن دیو۔  
 کلجگ پر مان نانک گورو انکد امر کہا یو۔ سری گورو راج اچل اٹل آد پڑھ فرمایو۔

صفحہ ۱۸۰۸۔ سوئیے محلہ ۵۔ جوت روپ ہری آپ نانک کہا یو۔ تاتے انگد بھیو نت سبوں نت ملا یو۔ بھجن  
 مقدر کچھو بھیو نہیں گورو ار جن پر تھکھ ہری۔ بھائی گورو اس جی جن کی داروں کو گرنفقہ صاحب کی سبھی کہا گیا ہے۔ دار  
 ۱۰۰۲۱ میں لکھتے ہیں کہ "نانک نہ بھو نر نکار و سیدھاں کھیلا۔ گر سنمر منائی کارا کھنڈے کی ویلا"۔ انک روپ  
 دھر پر گھٹا ہے اکیلا۔



دار ۱۱- ۲۶- گورداس غریب تن کا چپلا - چپ چپ تنکو بھیو سہیلا - ایلوں کرے گرداس پکارا -  
ہے سنگر سوچے ہے ہو ابارا -

دار ۱- سنگر باجھ نہ بھیجے چیر دھرے نہ گرو اوتارا - گرو پریشراک ہے - سپا شاہ جگت دنجارا -  
دار ۷- گرو مورت پورن برہم گھٹ گھٹ اندر سورج سمجھے -

دار ۹- گرو مورت پورن برہم ابکت ابنا سی - پار برہم گور شبد ہے ست سنگ نواسی -

دار ۱۲- "توں تیرے چو لکھنے گور پریشراک کو جانے" - ۵-

دار ۲۹- گرو پریشراک جان - گور کھد دو جا بجا دھٹایا -

دار ۲۰- گرو پریشور جان شبد کیا - سادھ سنگت چل جانے سیس لویا -

حتیٰ کہ دار ۱۸-۲۱ میں بھائی گورداس جی نے گوردارجن دیو جی کو خالق کل مانا اور لکھا ہے کہ "نام دان  
اشنان درٹھ گرو کھ بھائی نت را - گوردارجن سب سرجن ہارا -" سکھوں میں یہ کہادت ایک ضرب المثل  
سی بن چکی ہے کہ "گوردو گوبند دونوں کھڑے کس کے لاگوں پائے - بلہاری گرو اپنے جن پر بھ دیا ملاے - یعنی  
گوردو پریشور سے بھی زیادہ قابل تعلیم ہے - کیا میرے سکھ دوست مجھ پر خفا اور ناراض ہونے کی بجائے  
ان حقائق پر غور فرمائیں گے ؟ اور مانیں گے کہ سکھ مذہب ہندو دھرم سے جدا نہیں - بلکہ ہندو دھرم کا پرچار ہے  
(آریہ گزٹ)

## نیشنل پیڈٹ رام گوپال شاستری دیکھ سکا کی بنا کردہ چند ادویات

توک - آجکل پیٹ میں گیس پیدا ہونے کی بیماری  
عام ہے۔ گیس کے بننے سے بد بھنی، سرچکنا اور پیٹ کا شنگ  
کی طرح کھول جانا وغیرہ اس بیماری کی نشانی ہے کہ باگیس  
جبکہ دل کی طرٹ جلی جلتے تو مریض کو بہت گھرا پیٹ پیدا کرتی  
ہے۔ مریض یہی سمجھتا ہے کہ میرا دل فیل ہوئے دکاتے - حالانکہ  
اس مرض میں دل کے گرنے کا کوئی خوف نہیں البتہ نامراد بیماریاں کیلئے توک  
گوپال بہت مفید ثابت ہوتی ہیں۔ قیمت فی شیشی ۵۰ گولیاں آرٹھائی  
کوکلہ : - آج کل گلے کی سوجن کی بیماری عام ہو گئی ہے زیادہ تر  
بچوں میں یہ بیماری عام پھیلی ہوئی ہے گلے کی بیماری کو ٹائل

ہے۔ قیمت ایک ڈبہ ایک روپیہ - فون نمبر ۵۱۹۴۴  
۵۲۵۳۲

ملنے کا تہ : - کمیراج کرشن گوپال ایم۔ اے سدھا کر اوشدھالیہ آریہ سماج روڈ قروباغ دہلی ۵



# بھارت کے روشن ستارے

از لالہ دولت رام پوری بی۔ اے۔ بی۔ ٹی

ہندو مسلم سکھ عیسائی بھائی بھائی سارے ہیں  
 بھارت ماتا کی آنکھوں کے روشن سمجھی ستارے ہیں  
 قالب ہوں لاکھوں گوانکے جان نگر اک رکھتے ہیں  
 درو سے ترپے جب اک بھائی باقی سمجھی ترپتے ہیں  
 بھارت کی رکھشا کو سارے ہر دم میں تیار کھڑے  
 آن بچائے شان برٹھانے ہونے کو قربان کھڑے  
 مفسر کوشش کرے مدانی ان بھائیوں میں پھوٹے  
 منہ کی کھائے پیش نہ جائے اٹھی ہو جو چال چلے  
 بھارت کی دنیا میں شہرت انکے دم سے پھیلی ہے  
 پہلی صف میں قوموں کی بھارت نے جگہ بنالی ہے  
 اونچا اونچا راج ترنگا مل کر سمجھی لہراں گے  
 لاج کو رکھنے اس جھنڈے کی سیس تلک کٹوائینگے  
 پریم نگر میں پریم سے رہ کر مضطر سمجھی کھائینگے  
 شان سلف بھارت کو اپنے بلکر سمجھی دلائینگے



# سیٹھ سے مالی امارت کی شان

دہلی میں سیٹھ جواہر لال اپنی شان کے اکیلے امیر تھے۔ مال و دولت کا کیا ٹھکانہ۔ درجنوں کو بیٹیاں ہندوستان کے مختلف شہروں میں موجود تھیں۔ لاکھوں کا بیوپار ہر سال یوتا تھا۔ ہندی پرچے جا بجا چلتے تھے۔ خاص دہلی میں بیسیوں مکانات عالی شان اُن کے قبضے میں تھے۔ قلعہ شاہی میں آمد و رفت تھی۔ دربار میں محرز اُمرا میں شمار تھا۔ خُدا نے بیٹا بھی دیا تھا ہو نہار۔ نام من موہن رکھا۔ لاٹھے پالا۔ سیٹھانی صاحبہ اعلیٰ گھرانے سے تھیں۔ غرض کون سا مان راحت تھا۔ جس سے سیٹھ جی محروم ہوں۔ زندگی امیرونہ بٹھاٹھ بالکھ سے گزرتی تھی۔ اُن کا نام زمانِ زہرِ خلافت تھا۔ مروت و نیا ضی کا نمونہ تھے۔

II

## قسمت کا پھیر

دن بدلتے دیر نہیں لگتی۔ جاہ و جلال و رفعت کی چھاؤں نے جو دہلی کے بعد ڈھل جاتی ہے۔ شو سے قسمت سے ۱۸۵۷ء میں غدر کی آندھی دہلی پر چلی۔ وہ طوفان برپا ہوا۔ کہ خدا کی پناہ۔ لاکھوں لٹ گئے۔ ہزاروں جان و مال سے برباد ہو گئے۔ جس کا جدھر سینگ تھایا چلا گیا۔ سیٹھ صاحب بھی اُس بلا کے ناگہانی کا شکار ہوئے۔ دولت ہاتھ سے جاتی رہی۔ مکان گولہ باری کی نذر ہوئے۔ اس آپادھانی کے عالم میں لوگوں کے گردہ کے گردہ اجیری دروازہ سے باہر نکل رہے تھے۔ سیٹھ جی مجہد تخت جگر و سیٹھانی صاحبہ ایک پہلی میں سوار ہو کر بھاگے۔ کہ جان بچائیں۔ رات کا وقت ہو کا عالم۔ خطرناک سفر۔ لیکن سجان پیاری ہوئی ہے۔ سیٹھ صاحب ناز و نعم سے پلے تھے۔ امارت کے نظارے دیکھے تھے۔ خدا کی شان۔ وہ امیر کسیر ایسے جان بکھوں کے وقت میں جان کے بچاؤ کے لئے دھن سے بے دھن ہوا۔

## مہیبت پر مہیبت

کہا ہے۔ مہیبتیں ایک ایک کر کے نہیں آتیں۔ سیٹھ جی خدا خدا کر کے دہلی سے بھاگے۔ پر بد نصیبی نے پچھانہ چھوڑا۔ جنگل میں قافلہ جارہا تھا۔ اچانک ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے اُن گھیرا۔ بہت لوگ بھاگ گئے۔ کئی تالو میں آ گئے۔ رانز لوں نے مار مار کر کچور نکال دیا۔ مال و متاع سب چھین لیا۔ سیٹھ جی بھی نرغہ میں پھنس گئے۔ شامت کا مارا من موہن ظالم قزاقوں کے خنجر کا شکار ہوا۔ سیٹھانی صاحبہ ڈر کر بے ہوش ہو گئیں۔ سیٹھ صاحب



جواہرات کا ڈبہ بیل میں چھپا کر لے گئے تھے۔ کہ اڑے وقت کام آئے گا۔ ڈاکوؤں نے دھمکایا۔ تو ڈبہ نکال کر سٹے رکھ دیا۔ ڈاکو.... خوشی سے پھوٹے نہ سمائے۔ سیٹھ صاحب کو زندہ چھوڑ دیا۔ کچھ دیر بعد سیٹھانی صاحبہ بھی ہوش میں آئیں۔

## تیرتھ یا ترا

بہلی والا ڈاکوؤں کو دیکھتے ہی بہلی چھوڑ کر کافور ہو گیا۔ سیٹھ جی اب حیران کہ کریں تو کیا کریں۔ لتی ددق جنکھل۔ راستہ نامعلوم۔ ہمراہی مفقود۔ آنکھوں کے سامنے آنکھوں کے تارے من موہن کا قتل ایسا سانحہ جانکاہ تھا۔ کہ مضبوط سے مضبوط دل و گردہ کا آدمی ہوش کھو بیٹھ۔ ایسی پریشانی کے عالم میں سیٹھ صاحب کے سامنے دنیا کی بے وفائی کا نقشہ جم گیا۔ دلی کے گزشتہ دنوں کی یاد تازہ ہو گئی۔ زار زار رونے لگا۔ مگر کب تک؟ بیٹا پڑے آنسوؤں کی دھارا آدمی کے دل کو تسکین دیتی ہے۔ لیکن دل کا حال عجیب ہے۔ گھڑکی میں ماشہ گھڑی میں تولہ۔ سیٹھ صاحب کو تسلی کہاں؟ آخر تیرتھ یا ترا کی سوچھی۔ رام کا نام لے کر روانہ ہو کر بدھاتا کے کھیل!

سیٹھ اور کوچوانی۔ دو متضاد باتیں ہیں۔ جس کا کام اُسی کو ساجے۔ بیل چار قدم چلے۔ اڑ گئے۔ نا آزمودہ کوچوان نے چابک دراز کیا۔ اور لنگھ مارنے۔ وحشی جانور بے تماشہ بھاگے۔ راستہ نامموار تھا۔ ہنرمند درکار تھی۔ گاڑی کا دایاں پیہ شکاف میں دھس گیا۔ اور الٹ گئی۔ سیٹھانی صاحبہ دھم سے زمین پر آ پڑیں۔ سیٹھ صاحب بھی گرتے نہ سنبھلے۔ رسیاں توڑ کر بیلوں نے جنکھل کا راستہ لیا۔ خدا کا شکر چوٹ سخت نہ آئی۔ کچھ دیر کے بعد مصیبت زدہ مسافر اُٹھے۔ اور پیدل چلنے لگے۔ جن پاؤں نے گاڑی سے باہر قدم نہ رکھا تھا وہ خاردار راستوں کی اُلجھن میں گرفتار ہو گئے۔

پوچھتے پوچھتے ہر دہرا کا رخ کیا۔ کئی روز کی سرگردانی کے بعد اُس یہاں تیرتھ کے درشن نصیب ہوئے۔ دل کو دھارس ہوئی۔ کہ ہری کے بھجن میں زندگی کے باقی دن گزار دینگے۔ ہری کی پوڑی پر پہنچے۔ پنڈے نے تاڑا کہ شکار جال میں پھنسا چاہتا ہے۔ سیٹھ صاحب کو باتوں باتوں میں اپنے استھان پر لے گیا۔ بڑی آد بھگت کی۔ سیٹھ جی نے اطمینان خاطر سے پنڈت جی کے گھر میں نواس کیا۔ جنکھل میں سیٹھانی صاحبہ جب بے ہوش ہوئی تھیں تو ڈاکوؤں کے دستِ تعدی سے بچ گئی تھیں۔ اُن کے پاس چھپے چھپائے چند زیور رہ گئے تھے۔ پنڈے نے بھانپ لیا تھا۔ کہ مال اچھا ہاتھ آئے گا۔ حکمت سے کام لینا چاہیے۔

## مترکھات

پنڈت جی :- سیٹھ صاحب! آند سے رہیے۔ آپ کا گھر ہے۔ سیوا کے لئے ہر دم تیار ہیں۔  
سیٹھ :- بڑی کرپا ہے۔ ہمارے دھن بھاگ۔ آپ سے بھینٹ ہوئی۔ آپ کے درشن سے من اتی

پنڈت جی :- ہمارا بی دھرم ہے۔ پانزیوں کی سیوا ہمارا کھ کر مہ ہے۔ پچھلے سال سیٹھ رومی نندن جی اگرہ نواسی ہمارے ہی گھر میں برا جمان ہوئے تھے۔ کنبھ کے ادھر پر کلکتہ سے کئی دھوان بھدر پُرش ہمارے ہاں گھرے تھے۔



فردار دون کے لئے الگ کمرہ آراستہ و پیراستہ کیا گیا۔ رات کو دونوں وہیں فرودکش ہوئے۔ برسات کا موسم تھا۔  
 ہوا بند تھی۔ کمرے کو بند کر کے سونا نامکن تھا۔ دروازے کھلے چھوڑ دئے گئے۔ فکر کا کیا مقام تھا؟ نپڈت جی دیا دان اسی  
 استھان میں براجمان تھے۔ رکھشا کا پرندہ ضرور کر نیگے۔  
 نئی جگہ۔ سفر کی صعوبت۔ ایام گزشتہ کی یاد تازہ تھی۔ سیٹھ جی کا دل گزشتہ واقعات کی پڑتال میں مصروف  
 ہو گیا۔ دیر تک آنکھ نہ لگی۔ ایک بجے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی۔ نیند نے غلبہ کیا۔ اور دونوں مسافر خواب راحت میں  
 سو ہو گئے۔ ابھی دو ساعت گزرے تھے۔ کہ مسافروں کے کمرے میں ایک نامعلوم آنے والے کی پاؤں کی آہٹ  
 سنا دی۔ سیٹھ صاحب گہری نیند میں غرق دہلی کے خواب لے رہے تھے۔ دینا دیا فیہا کی سُدھ نہ تھی۔ سیٹھانی  
 صاحبہ آہٹ سے بیدار ہو گئیں۔ مگر قبل ازیں کہ لفظ زبان سے نکلے۔ اجنبی کے زبردست پنجہ نے گلے کو گھونٹ لیا  
 منہ میں کپڑا ٹھونس دیا گیا۔ اور تلاشی شروع ہوئی۔ زیورات اُتارے گئے۔ کتنی میں تین ہی تھے۔ مگر بڑی دیگ کی  
 گھڑی بھی بڑی ہوتی ہے۔ قیمت میں ہزاروں کا مال تھا۔ اجنبی اپنا کام کر کے چلتا بنا۔ کچھ دیر کے بعد سیٹھ صاحب  
 بیدار ہوئے۔ تو عجیب سماں نظر آیا۔ سیٹھانی جی کی حالت پریشانی کا نمونہ تھی۔ رونے پینے لگے۔ اتنے میں نپڈت جی  
 آن موجود ہوئے۔ دریافت کرنے پر کو سننے لگے۔ کہ مورکھوں کی عقل ٹھکانے نہیں۔ براہمن کے گھر میں چور کا کیا کام؟  
 ابھی رات باقی تھی۔ دھکے مار کر باہر نکال دیا۔ یہ نئی آفت تھی۔

## رازخوشی

سہارنپور میں لالہ سرمدیال نامی وگراچی ساہوکار تھے۔ دھن دولت۔ جاہ و ثروت کسی شے کی کمی نہ تھی۔ کمی  
 کو ٹھیلوں کے مالک تھے۔ باغات۔ کارخانے درجن سے اوپر تھے۔ ۱۹۵۵ء کا ذکر ہے۔ کہ مایج کے ہینہ میں لالہ صاحب  
 موصوف کے ہاں اُن کے دیرینہ دوست شرمیان کرشن کمار جوہری منظر نگر ملاقات کے لئے تشریف فرما ہوئے۔  
 میزبان نے معزز جہان کا پریتاک استقبال کیا۔ مشہور کو کبھی لالہ زار میں ٹھہرایا۔ صبح کا سہمہ تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی  
 باد خوشگوار کے جھونکے چل رہے تھے۔ جوہری صاحب باغ میں سیر کر رہے تھے۔ چلتے چلتے پھلواڑی میں وارد  
 ہوئے۔ جہاں باغ کا مالی انبادت پھول کیاریوں کو سینچ رہا تھا۔ جوہری صاحب کچھ لمحے کے لئے ٹھہر گئے۔ اور نظر  
 تعجب سے مالی کو دیکھنے لگے تھے۔ ثررف میں پہچان گئے۔ کہ باغبان نرالی وضع کا ہے۔ اُس کے لبشرے سے پیکتا ہے  
 کہ اُس نے اور قسم کے دن بھی دیکھے ہیں۔ طبیعت میں اُمنگ پیدا ہوئی۔ کہ نرالی سے دوچار باقی کریں۔ پاس  
 گئے اور شیریں کلامی سے یوں گویا ہوئے۔

جوہری :- مالی کب سے یہاں کام کرتے ہو؟ پہلے کہاں تھے؟

مالی :- حضور! سترہ سال سے یہاں پڑا ہوں۔ یہیں کام سیکھا۔ اور لالہ جی کی دیا سے ہیں دن گزار رہا ہوں  
 جوہری :- اس سے پہلے کہاں تھے اور کیا کام کرتے تھے؟

اس سوال کو شکر مالی کے چہرے پر برقت طاری ہو گئی۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آہ سرد بھر کر کہا  
 کچھ نہ پوچھیے؟

جوہری :- (ہمدردی سے) نہیں مالی۔ گھبراؤ مت۔ ہمیں تمہارا حالات معلوم کرنے میں دل چسپی بتلانے میں کچھ حرج نہیں  
 مالی :- جناب کیا بتلاؤں۔ پرانے دنوں کی یاد پرانے زخموں کو پرا کر دے گی۔ لیکن آپ ارشاد سرائے آنکھوں پر۔ سنئے!



یہ بوڑھا مالی کسی زمانے میں دہلی کا مشہور سیٹھ تھا۔ غدر کی بادِ خزاں جو چلی اُس کے جاہ و شہرت کا باغ اُجڑ گیا۔ قلعے میں آنا جانا تھا کیہوں کے ساتھ گھن بھی پس گیا۔ بے گناہ سیٹھ باغیوں کے زمرے میں شمار کیا گیا۔ اُس کی گرفتاری کے فرمان جاری ہو گئے۔ جاں شیریں کو کھانا کون گوارا کر سکتا ہے۔ جب تک بس چلے۔ بجائے کی کوشش کرتا ہے۔ دیگر مصیبت زدہ ہمراہیوں کے ساتھ میں بھی قیدہ ساتھ لے کر بھاگا۔ راستہ میں ڈاکوؤں کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ مال و متاع جو ساتھ تھا لٹ گیا۔ بیٹے کی جان گئی۔ خوف زدہ سیٹھانی کو سہرا لے کر تیرتھ کو چلا۔ پنڈے نے مار آستیں کا سلوک کیا ادھی رات کے بعد زیورات جو کچھ چھپے چھپائے ساتھ تھے چھین لئے اور دھکے دے کر نکال دیا۔ بھٹکتے بھٹکتے یہاں پہنچا۔ لالہ جی کی منت کر کے باغ میں کام کرنے لگا۔ آج آپ اس حالت میں دیکھ رہے ہیں۔ جوہری کا دل اس داستانِ رقت انگیز کو سنکر لچل گیا۔ کہنے لگے:-

جوہری:- بہت باری سرگدشت قابلِ عزت ہے۔ سچ کہا ہے۔ ہر کمالے لڑا نوٹ لے۔ کیاں سیٹھ کہاں مالی۔ اچھا تباہ کیسے گذرتی ہے۔ خوش ہو یا ناخوش؟  
مالی:- حضور! پرانا تکیہ دیا ہے ہم بہت خوش ہیں۔ جو بات ہیں اب نصیب ہے۔ وہ کبھی میسر نہ تھی۔ دولت کھوئی جاہ و درتہ گیا۔ مگر ایک لازوال نعمت ملی گئی۔

جوہری:- وہ کیا؟

مالی:- اطمینانِ قلب۔ حقیقی مسرت، سچی خوشی۔

جوہری:- وہ کس طرح؟

مالی:- جناب! تیس سال تک دولت کے نشے میں غمور رہا۔ دُپٹا بھر کے سامانِ راحت اکٹھے کئے۔ کوئی خطِ نفسانی نہ تھا۔ جس سے دامن آلود نہ کیا ہو۔ مگر شانتی پر اپت نہ ہوئی۔ سالوں اُس کی تلاش کی۔ لیکن بے سود بیزاروں روپے خرچ کیے۔ عالی شان کو بیٹھاں بنوائیں۔ نرم نرم مجلسِ بچھونے تیار کئے۔ مگر پرانا تکیہ پیاری نیند ان آنکھوں کو نصیب نہ ہوئی۔ قسم قسم کے لذیذ کھانے کھائے۔ پر سچی بھوک کا منرا میسر نہ ہوا۔ سنیکڑوں نوکر چاکر مقرر کئے۔ حکومت کے نشے میں سالوں سرشار رہا۔ لیکن فکر و بے اطمینانی کا کاٹا دل سے دُور نہ ہوا۔ اس کے مقابلہ میں یہ غریب مالی دُنیا کی دولت دیکھ کر حقیقی خوشی سے دھال حاصل کر چکائے۔ باغ میں لوز دس بارہ گھنٹے کام کرتا ہوں۔ وہ بھوک لگتی ہے۔ کہ زبانِ ذکر کرنے سے قاصر ہے۔ نیند کا آئندہ آنا ہے۔ گویا سورگ کے سکھ کی تصویر دیکھ رہا ہوں۔ دھرم لپنی کے ساتھ سکھ اور شانتی سے باغ کے بھونپڑے میں دل گزار رہا ہوں +

دھن تھا۔ سکھ کی تلاش کی۔ نصیب نہ ہوا۔

دھن گیا۔ کام نصیب ہوا۔ سچی خوشی پر اپت ہوئی +

شیریں سکھنی صاحب (ادو) حصہ اول۔ ترجمہ و تشریح: حکیم بیلدا اس مفسر۔ گیان۔ بھگتی اور دیراگ کے پیروں کا ہنگامہ اگلا ستہ۔ جس کے مطالعہ سے آپ دُنیاوی تفکرات سے بلند ہو کر نہایت آئندگی زندگی بسر کرنے لگیں گے۔ کتابی سائز ڈیڑھ سو صفحات۔ قیمت صرف ایک روپیہ محصول اُس ۱۲ رانگ۔ صلنے کا پتہ:- بینجر رسالہ ادم اجیری گڈٹ دھلی - ۶ -



# دورِ خزاں کی بات

از قلم: ڈاکٹر راج بہادر دریا راز بریلوی

کیوں چھپرتی ہے بادِ صبا گلستاں کی بات | کھل جائے بیوجہ نہ کہیں باغباں کی بات  
 اب تک رہی جو خلق کے دہم و گماں کی بات | کھود دہی نہ میر، دلِ رازداں کی بات  
 سُنا نہیں ہوں اس لئے میں دِلستاں کی بات

دل میں رفیع عام کا کس کے خیال ہے | رو کے بُرائیوں کو یہ کس کی مجال ہے  
 افلاس و بیکسی کا وہ فرسودہ حال ہے | جس سے سنبھلنا قوم کی حالتِ مُحال ہے  
 کڑوی سی لگ رہی ہے ہیں نہربان کی بات

باغِ جہان میں عیش کے چرچے کہاں رہے | انخصوصیت کے دبڑے درجے کہاں رہے  
 جود و سخا کے نام پہ خرچے کہاں رہے | رسم و رواج کیلئے صرفے کہاں رہے  
 سُنا ہے کون غم سے بھری داستان کی بات

صحنِ چمن میں نالہ و شیون ہزار کے | لائے قریب کھینچ کے پھر دینِ بہار کے  
 شرم و حیا نے رکھ دیئے پردے اُتار کے | نغمے بولنے چھپڑ دیئے وصل و پیار کے  
 بہائی گیکو راز کیوں دورِ خزاں کی بات



# اوم کے پریکشیوں کا حلقہ ست سنگ

اوم کے کسی پریکشی کو وید - ادیشد - کھٹ شاستر - بھگوت گیتا اور خاص طور پر یوگ اور دیدانت کے کسی مسئلہ پر وضاحت یا تشریح کی ضرورت ہو یا کوئی بھی روحانی مسئلہ درپیش ہو تو وہ اپنا سوال مختصر الفاظ میں بیان کر کے میرے پتہ پر بھیج دیں۔ اوم کے صفحات میں ست سنگ کے ضمن میں جواب درج کر دیا جاوے گا۔

پتہ :- دیوان پنڈت داس چوہڑہ - ۶۷۷/۲۹ - پٹیل نگر ولیٹ - نئی دہلی ہمنہ ۱

روحانی منازل بے منی ہو جاتے ہیں۔

سوال :- جب پرانا سردیا یک ہے اور جیوں بھی دیا یک ہے۔ تو جو کو اس کا گناہ کیوں نہیں ہوتا ہے۔  
جواب :- آپ لفظ "دیا یک" کے معنی سمجھنے کی کوشش کریں۔ پرانا سردیا میں اسی طرح سے دیا یک ہے جس طرح سے کہ ہر ہفت میں پانی دیا یک ہے۔ چھری میں لکڑی دیا یک ہے۔ جو آتما میں پرانا تھا اس طرح سے دیا یک نہیں ہیں جس طرح سے کہ ایک سہول و ستویں ایک سرد کشم دستو دیا یک ہی جاتی ہے۔ جو آتما اور پرانا دراصل ایک ہی دستو کے دو مختلف نام ہیں۔ دراصل دونوں ایک ہی ہیں۔ اور دیا کے کارن دو معلوم ہوتے ہیں۔ گناہ ہو جانے پر یہ بھرم دور ہو جاتا ہے۔

سوال :- بھگوت گیتا کی مقدم تعلیم یہی ہے کہ نشاکرم کر۔ لیکن کسی مقصد یا دعا کے بغیر کس طرح سے کوئی کرم ہو سکتا ہے۔

جواب :- نشاکرم سے مراد الیا کرم ہے جس میں نہ کرنا تو نہ کرنا ہی کا اسیماں نہ ہو دے۔ اس میں اس کی اپنی کوئی ذاتی غرض نہ ہو دے۔ اور کامیابی یا ناکامیابی

سوال :- شرمید بھگوت گیتا میں بھگوان کرشن فرماتے ہیں کہ جب جب دھرم کی گھائی ہوئی ہے۔ میں دھرم کو سہا میں کوئے کے لئے اور سادھو جنوں کی رکشا کے لئے اوتار دھان کرتا ہوں۔ لیکن اس میں کیا خوبی ہے کہ پہلے تو وہ خود ہی ادھرم کو پھیلنے کا موقعہ دیتے ہیں۔ اور صرف اس وقت حرکت میں آتے ہیں جبکہ دھرم کی گھائی ہو چکی ہے۔ یہ تو گویا وہی بات ہوئی۔ ایک پولیس افسر پہلے چوروں کو موقعہ دیتا ہے کہ نقب زنی کریں اور جب وہ گر چکے ہیں تو ان کی گرفتاریاں عمل میں آتی ہیں۔ انتریاہی بھگوان سے تو ایسی توقع نہیں ہونی چاہیے +

جواب :- شریاں ہی۔ جو کچھ بھی قدرت میں ہوتا ہے وہ خاص نیم کے انوسار ہوتا ہے۔ جب بھی سخت گری کا زور پڑتا ہے تو وہی گری سمندر سے مادل کھینچ کر لاتی ہے اور مٹوں سون ہارش پیدا کرتی ہے۔ مگر پہلے گری کا زور نہ ہو دے تو بادل بھی نہیں آ سکتا ہے۔ یہ تو بھگوان کا اپنا نیم ہے۔ اب وہ اس نیم کو کیسے ادا کھن کر سکتا ہے تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ بھگوان خود ہی انسان کو غلط سے جانے ہی نہ دے۔ لیکن یہ تو بھگوان کی کربا ہے۔ کہ اس نے ہمیں آزادی فعل عطا کر رکھی ہے۔ اگر آزادی فعل نہ ہو دے تو پھر تو تمام دھرم اور اخلاق اور



ہیں۔ وہ اُس سے بھی زیادہ تاریک دُنیا میں ہیں۔ دیکھو اس دقت دُنیا سائنس کی ترقی کی وجہ سے خودکشی کی طرف مائل ہے۔ گویا دُنیا سائنس ہی اُس کی بتائی کاموجب ہو رہی ہے۔ سائنس کی ترقی سے بھی پہلی جہالت کی حالت میں تو نسل انسانی کو اتنا خطرہ اور اضطراب نہ تھا

## ”حب وطن“ شری ساجن بھارتی

اے ہی بھائی سے تو مصروف جنگ کیوں ہے بدلتا ہوا وطن کا یہ تیرے رنگ کیوں ہے جذبات میں بیابان طوفان در کیوں ہے ہر سمت یہ نرا ہم سامان در کیوں ہے قوم و وطن کے ستیہار غدار ہوتے ہیں افسوس ایسا رہنے۔ اغیار ہوتے ہیں زید و بکر کا ماں۔ تیرا وطن بنا ہے نرا غنہ و زغن کا مسکن۔ تیرا جہنم بنا ہے۔ یہ ماتر بھومی تیری ”دن بھومی بن نہ چلے“ جیون کا تیرے ساتھ محرومی بن نہ چلے عزت وطن کی رکھ لے ”حب وطن دکھا دے“ قوم و وطن کی خاطر۔ ساجن ہو با سے

## ”رام راج“ از موریہ لال رائے

میری پلکوں پہ اب اشکوں کے موتی کیوں نہیں آتے میرا سینہ محبت کی حرارت سے ہے کیوں خالی زبان محروم کیوں ہے عشق و الفت کے ترانے سے میں امیدوں، دلاسوں سے ہل جاؤں یہ ناگن میں آشاؤں کی رنگینی میں غافل ہو نہیں سکتا وہ راتیں اور وہ دن جو ہیں سرمایہ محبت کا مجھے وہ دن بگاتے ہیں۔ وہ راتیں یاد آتی ہیں وہ دُنیا جس میں ہو دھرتی کے پالنے کی جگہ تھی وہ دُنیا جس میں کہ مظلوم انسانوں کی سیوا ہو وہ دُنیا پیار ہو جس میں، وہ دُنیا عشق ہو جس میں وہ انسان یاد آتے ہیں وہ دُنیا یاد آتی ہے!!

دونوں اُس کے لئے یکساں ہوں۔ کرم کرنے والا اپنے آپ کو عالمگیر روح کا ایک محض آلہ کار تصور کرے۔ اور اپنی شخصیت یا انفرادیت کو مکمل طور پر پرانا کر کے اُدھین تصور کرے۔ ایسا کرنے سے وہ کرم بندھن سے آزاد رہے گا۔ اُسے ہر حال میں مکمل شانتی اور سکون قلب حاصل ہوگا۔ نیشکام کرم کرنے والا کا مقصد اور مدعا صرف اپنی انفرادیت کو مٹانا ہے۔ تاکہ اُسے کرم بندھن سے مکمل آزادی ہو سکے۔

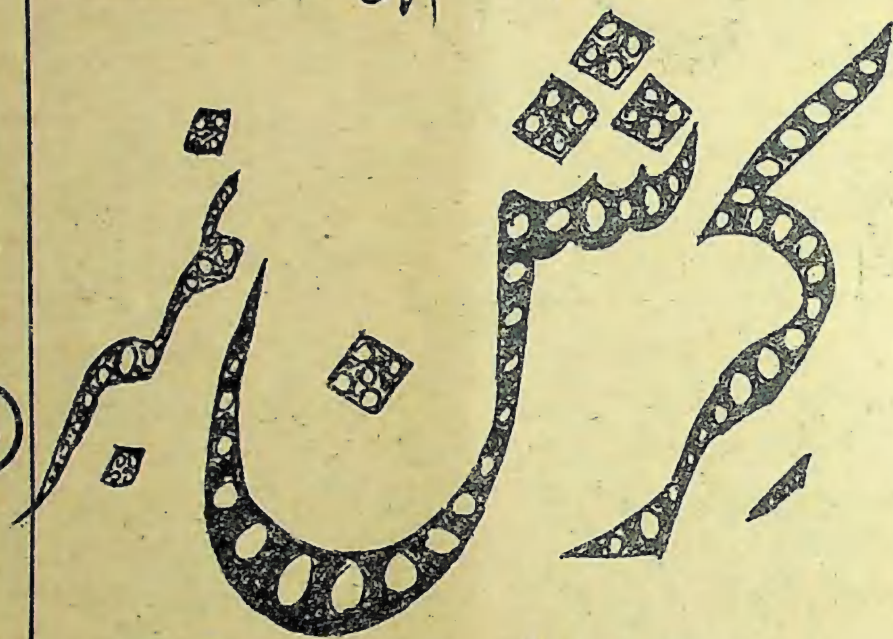
سوال :- الیش اُدیشد کے نویں منتر میں آیا ہے کہ جو لوگ اودیہا میں غلطان ہیں وہ تو تاریک لوگوں میں جانیگے لیکن جو لوگ دیدا میں غلطان ہیں وہ ان سے بھی تاریک لوگوں میں جائیں گے۔

جواب :- اس منتر کا ارمحہ پنڈت لوگ مختلف بیان کرتے ہیں۔ میں اس کی تشریح ایک حکایت سے کرتا ہوں۔

ایک یونانی فلاسفر نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ تمام دُنیا بیوقوف ہے۔ تو ایک منجلی شاگرد نے کہا کہ جناب آپ بھی تو دُنیا میں ہی ہیں کیا آپ بھی بیوقوف ہی ہیں۔ استاد نے جواب دیا کہ ہاں اس میں کیا شک ہے۔ واقعی میں بھی بیوقوف ہی ہوں۔ پھر اُس شاگرد نے پوچھا کہ جناب اب ہم میں اور آپ میں فرق ہی کیا رہ گیا ہے میں اُس یونانی فلاسفر نے کہا کہ فرق تو اب بھی زمین آسمان کا ہے۔ پوچھا کہ کیا فرق ہے؟ استاد نے جواب دیا میں جانتا ہوں کہ میں بیوقوف ہوں۔ لیکن تم کو اتنا بھی پتہ نہیں ہے کہ تم بیوقوف ہو۔ تو کہیں اُدیشد کے لفظوں میں ”جیو کہ کچھ معلوم نہیں ہے اُسے کچھ معلوم ہے۔ اور مجھے کچھ معلوم ہے وہ کچھ نہیں جانتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آخری منزل تو ہر قسم کے غند سے پرے ہے۔ ابتدا جہالت اور علمیت دونوں سے پرے ہے۔ جو لوگ SCIENCE (ادبیا) میں پھنسے ہوئے ہیں وہ ایک گونہ تاریکی کے عالم میں ہیں اور جو لوگ SCIENCE یعنی دیدا میں پھنس گئے



روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پیرچرا  
رسالہ "اوم" دہلی کا



بابت ماہ اگست ۱۹۴۱ء

ایڈیٹر:-

گورکھ ناتھ  
نندہ



خصل ادم کے کرشن نمبر کھلیے

کوی لوک ناتھ دل

# دھرم راسنی

کس کی کا دا گار میں جنم سے پہلے جب پار برہمن پریشور نے چتر بھج روپ سے درشن دیتے تو دیو کی نے اس روپ الوپ کی اس پر کا راستی کی جس کا آج بھی شری کرشن جنم اشمی کے شبہ اور سر نہ بھگت جن گان کرتے ہیں۔

بھتے پرگٹ سریشور، بن کملیشور  
 دیو کی ہر شانی چھبی من بھائی  
 وونین منوہر سدھا سرور  
 مکھ کج اتی سندر نیل کلیو  
 شکھ چکر گدا، پدم لے  
 نین کٹورے مہر کے پیے  
 کومل تن گھٹ یام گھٹا  
 روپ الوپ کی دو وہ بھٹا

(۲)

پٹ پیت بسنتی، ارے جینتی  
 پر یہ کرٹ مک پر، کالی لٹ پر  
 او بچل اوماشی، وشو پر کاشی  
 گو پیتی، گو سوامی۔ انتربامی  
 سر نہ منی جن من ہاری  
 کوئی رومی ششی بلہاری  
 استی کی بہو بدھی بھاری  
 اوتارن کے اوتاری



(۳)  
 جے جے سکھ ساگر بھون اجاگر شو بھسا ساگر رما رمن  
 جے جے بھئے بھجن موہ مدجن جن من رجن ، جگ موہن  
 جے جے جگ نندن ، سُر اچنن اُسرنکندن ، اگھ ہاری  
 جے جے سکھ کاری ، دین تنکاری گو دوج رکشا برت دھاری

(۴) رام

یوگی مئی نارد ، شیش دشارد وید پوران بھان کریں  
 شرتیاں تھک جاویں پارنہ پاویں پرتی کھشن تو گن گان کریں  
 ہو تمہیں کر پال ، پریم دیال کیسے یہ دشواس کروں  
 ہے پرمانند ! آئندہ کندا دیا کر ونب دھیر دھروں

(۵)

بن کر شیشو بال ، کر و نہال بولی تت کھشن مہتاری  
 مکھ پیارے چوموس ہرنت جھول دل میں ابھلا شا بھاری  
 گو لوک و ہاری ، لیلادھاری ادھروں پر مسکان دھرو  
 نتلا کر لوبو ، ات ات ڈولو دودھ استھن سے پان کرو





# شری کرشن ہمنہ



از شری جگن ناتھ کھنڈہ صفی۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی برہنہاں نواسی

سہ رہے تھے آفتیں زندانہ خانہ میں عظیم  
کس طرح اس کو بچائیں سوچتے تدبیر تھے  
اپنے ہی ہاتھوں سے گویا کھوپکے تھے اپنی آتش  
اندھ ہی اندر یہ غم تھا ان کے دل کو کھا رہا  
کس کے ہاتھوں سے اب مولود یہ اپنا بچا  
سوچتا تھا موت میری آرہی ہے اب تو یہ

دیو کی بددلوچی تھے قید خانہ میں مقیم  
اب مولود ہشتم سے زلس و نگیر تھے  
سات بچے کر چکے تھے اب تلک وہ نذر کنس  
سوچتے تھے ہے وہی پھر وقت نازک آ رہا  
روز و شب کرتے تھے اب وہ الیشور سے التجا  
کنس کی حالت اُدھر تھی ہو رہی ناگفتہ بہ

از خیال جمل ہشتم لرزہ بر اندام تھا  
چلن تھا دن کو نہ اُسکورات کو آرام تھا

رات دن رہتا تھا وہ معروف اس ہی ذکر میں!  
آسمان پر پھار ہی کالی گھٹا گھنگور تھی  
سُکرا دیتی تھی بجلی گاہے گاہے بالیقین  
پر رہی تھیں بوندیاں بھی اور بوا کا زور تھا

تھیں گذرتی جا رہی گھڑیاں بس اس ہی نگر میں  
اشمٹی تھی کرشن بھادوں کی شب دیو رکتی  
تھا اندھیرا کُف نہ دیتا تھا دکھائی سمجھ نہیں  
بادلوں کی گرنج تھی یا وہ پرے کا شور تھا

تھی ورو دشتام سندھ کی مبارک وہ گھڑی  
ہو گئی پُر نور یکدم قید کی وہ کوٹھڑی

اور گہری نیند میں مدحوش وہ سب ہو گئے  
ہو گئی حیران و ششدر اور کچھ گھبرا گئی  
اُس پر بھو جگدیش کو اُس سرو شکتیمان کو  
چتر بیچ مورت منوہر، موہنی سندھ سرورپ  
قید خانہ میں ہیں آئے کس لئے پریشور  
اور پھر شک شری چرنوں پہ وہ دھرنے لگے

پرہ دالے راکشس سب تان بسی سو گئے  
دیکھ کر اک ددیہ جیوتی کوٹھڑی میں دیو کی  
اتنے میں لبدیوئے دیکھا کھڑے بھگوان کو  
وہ چھبی انکی الوکک کا نئی ان کی اوپ  
سوچتے تھے ہم کہاں اور یہ کہاں جگدیشور  
ہو کے ننت متک وہ انکی آشتی کرنے لگے

ہے پر بھو جگدیشور ستار کے رکشک میں آپ  
دین دکھیوں کے سہانی جگت کے پالک ہیں آپ



ہیں سُروں کو دینے والے آپ ہی ادب کی گئی  
کھو کر یہ کھاتے ہیں اور پاتے ہیں وہ سنتا ہے  
چاند اور سُورج کو ہیں پر کا ش دینے آپ ہی  
اپنے بھگتوں پر دیا لو ہیں اتنی کر پال ہیں

نیت پاؤں بھگت و تسل آپ ہیں آیا پتی  
ہو کے موہ دش بھو بجاتے ہیں پرانی آپ کو  
پر م نایک ہیں اکھل برہمانڈ کے بس آپ ہی  
ڈسٹ ایتا چاریوں کے نیچے آتے کال ہیں

راتن میں بولے پر بھو بس اب سماں نہ کھوئے  
کام کرنے کے لئے بس ساد دھان اب ہوئے

اور کیا کو جسو دا کی یہاں لے آئے  
بُدیو کو کل کے لئے تیار اُدھر ہونے لگے  
چل پڑے لیکر انہیں بدیو تھیں ہو کر نڈر  
اور آہنجے وہیں پھیلا کے پھن ناگیش بھٹ

نند جی کے گھر بچے کو کل میں اب پہنچا ہے  
پھر شیشو زجات کی بھانٹی پر بھورونے لگے  
قید خانہ کے وہیں پر کھل گئے نقل اور در  
جمناجی میں کر دیا پھر آپ نے پردیش بھٹ

دیکھتے ہی دیکھتے جمن میں جل پڑھنے لگا  
اور دھیرے دھیرے اب اوپر کو وہ چڑھنے لگا

سوچتے تھے ہم تو ہیں شاید بھنور میں گئے  
اب بچاؤ کے لئے بچہ کے چارہ ہی نہ تھا  
چرن بچہ کر دیے جمن کو چھوٹے کیلئے  
ہو گیا پایا اب اور آگے بڑھے بسدیو جی

اس نے خطرہ سے اب بسدیو جی گھرا گئے  
ہو گئے بالکل و دش اور سو جمن بچھو گئے  
بھانپ لی صورت وہیں الشور پر بھو بگیش نے  
پھر گیا پانی اتر جمن کا فوراً لے صفی

پار اُسکو کر کے وہ گوکل میں آہنجے شتاب  
نند کے گھر آ کے کی تمہیل ارشاد جناب

اور اُس کے پاس سے لی کنیا چکے اٹھا  
آن پہنچے قید خانہ میں وہ نر پو دیو کی۔  
سر لیا بالکل یقین مشکل جو تھی حل ہو گئی  
کنیا معصوم سے وہ خوف کھا سکتا نہیں  
سو گئے وہ بھی مزے سے خوب ہلے تان اب

پاس لاشیت کے دیا فوراً شیشو اپنا لیا  
لیکے اس کو سوتے متھرا چل پڑے بسدیو جی  
کنیا کو پیکے ایکے ہاتھ سے خوش ہو گئی۔  
کنس اس پر ظلم کوئی اتوڑھا سکتا نہیں  
پہرہ والے راکشس تھے نیند میں غلطان سب

صبح ہوتے ہی خبر یہ کنس موڈی کو ملی  
اب کے ہے بسدیو کے گھر کنیا پیدا ہوئی

سوچ دِل میں اُس کب بھ کر نکل دہ کرنے لگا  
اس لئے بچے بھیت تقادہ دل ہی دہیں گیاں  
دیو کی سے آن کر بولا عجب لکھار میں!

آٹھواں بچہ سمجھ کر اُس سے وہ ڈرنے لگا  
کنیا بیشک ہے وہ لیکن ہے بچہ آٹھواں  
بس اٹھا اور آن پہنچا بھٹ وہ کارا گار میں

رات کو بچہ ہوا پیدا ہے جو وہ لائے  
ہاں ذرا صورت تو اس کی اب بچے دکھائیے



دیو کی بولی کہ یہ اک کینیا معصوم ہے | ڈر نہیں کچھ اس سے بھائی آپ کو معلوم ہے  
کینیا بکس ہے یہ اک عجز کی تصویر ہے | آپ ہی بتلائیں کیا اسکی بھلا تقصیر ہے  
سات بچے ہیں نے تیرے آپ آگے دھر دیئے

دہم کی ویدی یہ تیری آپ قرباں کر دیئے  
اب نہ اس بچی کو مارو بھائی ہے میری پکار | اسکی جان بخشی کرو، ہوں مانگتی یہ بار بار  
کنس کے دل پر نہ لیکن کچھ ہوا اسکا اثر | ہو رہی دیوانگی طاری تھی اس پر سرسبز  
کینیا کو ہاتھ میں بیکر پشک ڈالا دیں | دیو کی یہ دیکھ کر پھر کئی بکری رہ گئیں  
اڑ گئی آکاش کو وہ کینیا فوراً صفی | صورت آکاش بانی اس طرح کہنے لگی

ہوش کر تو ہوش کر اب بھی سنبھلے بے جا  
مارنے والا ہے تجھ کو کنس پیدا ہو گیا  
چار روزہ زندگی کو اب نہ تو برباد کر | مار تو لگا اپنے دشمن کو نہ یوں دل شاد کر  
کنس کے دل پر ہوا افکات سنگرات یہ  
مار وہ مجھ کو سکیگا۔ کس کو ہے اوقات یہ

کیا بگاڑیگا بھلا میرا وہ طفیل شیر خوار | دھاک ہے طاقت کی میری میں حور دکا زار  
جتنے نوزائیدہ بچے ہیں سمجھی مراد تو لگا | وہ بھی مرجائیکا یوہی، چین میں یوں پاؤں لگا  
اور اُدھر تو کل میں جب لوگوں نے یانی خبر | نند کے گھر ہو گیا پیدا ہے اک نور نظر  
آگے خورد و کلاں سب مردوزں ال آئے | نند اور جہمت کو سب دینے بدھائیال گئے

نند کے گھر ہو گیا آئند سب کہنے لگے  
شادیانے اور باجے ہر طرف بجنے لگے  
اک سمندر تھا خوشی کا مارتا تھا ٹھٹھیں ہاں  
تھا یہی نند و تسو، خوشیوں کا بحر سگراں  
تھی یہ آمد نند نندن مری دھر گوپال کی  
جھکت و تسل شام سندراس پر بھو کرپال کی

نوٹ :- یہ پرچم ماہ اگست اور ستمبر دو ماہ کا تصور کیا گیا ہے۔ ماہ ستمبر کا کوئی علیحدہ پرچم شائع نہیں ہوگا۔ ماہ اکتوبر کا پرچم یکم اکتوبر ۱۹۷۱ء کو شائع ہوگا۔

منیجر "ادم" دہلی



# رکشا بندھن اور جہنمِ اشمی

از قلم: شری فتح چند جی نسیم

رکشا بندھن ہمیشہ (بشراون) ماس کی پورنامشی کو منایا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اسے شرادنی بھی کہتے ہیں۔ نیز اس کا نام سلونو-اپاکرم (دیگو پویت کے سنکار) رکھی اور رشی ترپنی بھی ہے۔ سمجھی جانتے ہیں کہ اس شبھ اور پوترن بہنیں اپنے بھائیوں کو رکھی باندھتی ہیں۔ اگر باہریوں تو ڈانک سے بھجواتی ہیں۔ اس روز برہمن بھی اپنے بھائیوں کو رکھی باندھتے اور ان کے دھان میں کچھ نہ کچھ لیتے ہیں۔

یہ کون نہیں جانتا کہ سداچار کا ادھار نارایوں کے پوتر دھاروں اور سینم پر منحصر ہے۔ اس لئے یہ تیوہار اس پاکیزہ محبت اور سچے پریم کو سو رکشت رکھنے کے لئے ہی منایا جاتا ہے۔ جن عورتوں یا مردوں کا اخلاق نشٹ ہو جائے۔ سماج اور دیش میں وہ پلیگ زدہ چوہے اور زہریلے سانپ سے بھی بڑھ کر خطرناک ہو ا کرتے ہیں۔

رکشا بندھن کا حقیقی مقصد یہ ہے۔ بہنوں کی عزت و آبرو۔ مال و جان کی حفاظت کا ہر سال عہد تازہ کیا جائے۔ دیوان تصور کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔

مجھ پر لازم ہے میرے بھائی حفاظت میری ہو۔ رکشا بندھن تھے یہ فرض جانے آیا ہندوستان کی تاریخ میں پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ یہی وہ کچھ مانگے تھے۔ جو شہنشاہ ہمایوں کو ایک مظلوم راجپوتنی رانی کی حفاظت کیلئے کنگال کا میدان جنگ چھڑا کر راجستھان کے ریگستانوں میں لائے تھے۔ اس زمانہ میں اگر ریلیں اور جوائی چارہ ہوتے۔ تو یقیناً ہمایوں اپنی ہندو بہن کی امداد زیادہ تیزی اور آسانی سے کر سکتا تھا۔ مگر انہوں ایک طویل مسافت کے سبب وہ وقت پر نہ پہنچ سکا۔ اتنے میں پیاری رانی اپنے منہ بولے بھائی ہمایوں کا راہ دیکھتے دیکھتے مسلمان حملہ آور کے ہاتھوں پڑنے کی بجائے موت سے ہنگامہ ہو چکی تھی۔ اگر ہمایوں کو اپنی کوششوں میں ناکام رہنے کا از حد رنج ہوا۔ تاہم حملہ آور مسلمان ذاب سے رانی کا قلعہ چھین کر اس کی اولاد کو داپس ولادیا۔ یہی چند تاریخ یقیں۔ جو اورنگ زیب کی ہندو رانی نے اور پچھے کے راجہا چھتر سال کو بھیج کر اپنے سپاہیوں کو اسکی بہن کے دار سے بھالیا تھا۔

جھانسی کی مہارانی لکشمی بائی نے بھی ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی کے دوران نواب باندہ کو رکھی بھجوائی۔ جس کے پہنچنے پر نواب موصوف نے بھی جنگ مذکور کی آگ میں کود کر



انگریزوں کو خوب لوہے کے چنے چوائے اور اُن کے دانت کھٹے کئے تھے۔  
 منلیہ سلطنت کے آخری تاجدار ظفر بادشاہ کے دادا سے لیکر اُس کے زمانہ تک ایک ہندو  
 کی دیویوں کا بھی رسم ادا کرتی رہیں اور یہ بادشاہ اُنہیں دل کھول کر زور و زبور سے مالامال و نہال کرتے رہے  
 مگر گردشِ زمانہ سمجھے یا شومئے تقدیر سے کر سٹے۔ کہ ہندو مسلمانوں کے یہ پاکیزہ رشتے  
 انگریزوں کے زمانہ میں درہم برہم ہو گئے۔ بلکہ ذبت یہاں تک پہنچی۔ کہ ایک دوسرے کے خون  
 کے پیاسے بنے اور اپنے پیارے دیش کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

اس سے بڑھ کر یہ ریاکاری، ناقابلِ معافی اور ناقابلِ برداشت کر زمانہ کی آنکھوں  
 میں دھول جھونکنے کے لئے اکثر طالب و مطلوب بہن بھائی کے پوتر سبندھ کی آڑ میں شکار کھیلتے  
 ہیں۔ ہمارے ملک... کے ریفارمر اور سماج سداک سجن شاید اس وقت اس طرف  
 دھیان دیں گے۔ جب پانی بے حد سر سے گذر جائیگا مگر سہ

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں  
 اس بار راکھی کا تہوار شرادھ کی بجائے بھادوں کی چار مطابق ۲۴ اگست ۱۹۶۱ء کو پائے۔

## دوسرا السوجنم اشٹمی

رکھشا بندھن والی شرادھ پورنما کے بعد بھادوں کی اشٹمی کے روز منایا جاتا ہے۔

بقول ہمت امرنا کھت صاحب موہن (بی۔ اے۔ ایل ایل بی ایڈ وکیٹ) سہ  
 بھگوان کرشن کا پوا جس رات کو ظہور ہوا۔ اُس رات کا ہے نام جنم اشٹمی کی رات  
 (اس بار یہ دن یکم ستمبر ۱۹۶۱ء کو ہے)

وہ زمانہ ہماری آنکھوں دیکھا زمانہ ہے۔ جب بھگوان کرشن اور اُس کی بیلاؤں کا منہ کا سر بازار  
 اڑایا جاتا تھا۔ اور مغربی تہذیب و تمدن کے دلدادگان کھلے طور نکلتے چینی کرتے تھے۔ لیکن پھر ایک  
 ایسا زمانہ آیا کہ صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام دُنیا نے بھگوان کرشن کی عظمت اور اُس  
 کی گیتا کا فلسفہ بسر و چشم قبول کیا۔

آج اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جس قدر عزت و احترام ہر ملک میں بھگوان  
 کرشن اور گیتا کا پایا جاتا ہے۔ اُس کے مقابلہ میں کسی اور اوتار یا مہا پرش کا دکھائی نہیں دیتا۔ بیشک  
 بھگوان رام کی عزت و منزلت بھی دوسرے اوتاروں سے کم نہیں۔ مگر یہ دونوں اوتار کھستری دُش  
 سے تھے۔ حالانکہ ورنہ، دوسو قاصدے انوسار کیبول برہمنوں میں کسی پید دی سب سے اونچی مانی جاتی ہے  
 پھر بھی بڑے سے بڑے برہمن دیوتا رام اور کرشن کے پاسک اور پجاری ہیں۔ اور ان دونوں کی پوجہ



کی پوجا دل و جان سے کرتے ہیں۔

بھگوان کرشن نے خواہ اسٹی برس کی عمر پائی تھی۔ تو بھی ہر جگہ اس کی تصویریں بال ادھتھا کی ہی دیکھنے میں آتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ خوبی کس قدر قابل ذکر ہے کہ بھگوان کرشن کے ٹک بھگ سترام ہیں زمانہ دراز سے ہر ہندو پر پور میں و ام اور کرشن کے ناموں کی بھرمار پائی جاتی ہے۔

اگرچہ آریہ سماجوں کے ہر چار سے ناموں کی دنیائیں بہت حد تک پوریوتن د انقلاب آچکے۔ تو بھی کسی نہ کسی پہلو رام اور کرشن کے ناموں کی ہما تھا بدستور قائم ہے۔

تاریخ ہند کی رد سے بھگوان کرشن کا زمانہ آج سے پانچ ہزار برس پہلے کا تسلیم کیا گیا ہے یہ درست ہے یا غلط۔ اس بات سے میر دست کوئی بحث نہیں لیکن یہ ایک ناقابل انکار سچائی ہے کہ بھگوان کرشن کی تعلیم آج تک تمام دنیا کے لئے مشعل راہ بنی ہوئی ہے۔

بھگوان تلک۔ یوگراج اردن گھوش۔ ہما تھا گاندھی، شرمی اپنی لبت۔ چکر دتی راج گپا آچاریہ وغیرہ نے مختلف زاویہ نگاہ سے گیت کا فلسفہ سنار کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ کس قدر بڑے بڑے کی بات ہے۔ کہ اکثر طبقوں میں ضرورت وقت کے مطابق پھیلا رہا تھا، گیت کی تعلیم کے مطابق پر م دھرم مانا گیا ہے۔ لیکن ان کے برعکس ہما تھا گاندھی نے "عدم تشدد" پر اپنا عقیدہ گیت کی بنیاد پر ہی رکھا تھا۔

ہما تھا گاندھی کے جانشین پنڈت جو اہر لال ہندو بھی گیت کی عظمت اور ہر دل عزیزی کا اثر گہرے طور پر اپنے دل میں رکھتے ہیں۔

جب لارڈ کرزن نے بنگال سے ہٹا رہا تھا اعلان کیا تھا۔ تو بنگال کے نوجوانوں نے یہ ہٹا رہا کسی قیمت پر بھی قبول نہیں کیا تھا۔ اس لئے ہٹا رہا کی تیغ کے لئے انہیں صحت یہی ایک راستہ سوچنا پڑا دیا کہ وہ ہٹا رہا کے ذریعہ انگریزی راجہ کی جڑیں ہلا دیں۔ چنانچہ رولٹ صاب نے کھلے لفظوں میں اس بات کا اعتراف کیا کہ بنگال کے انقلابی نوجوانوں کو گیت کی تعلیم کے زیر اثر شہید ہو جانے پر آمادہ کیا گیا۔ وہ جب کسی انگریز کو موت کے گھاٹ اتارنے کے جرم میں پھانسی پر لٹکائے جاتے تھے۔ تو وہ گیت کو اپنے گلے میں لٹکائے ہوئے ہوتے تھے۔

مولانا ظفر علی نے بھی ایک بار یہ ارشاد کیا تھا کہ

اگر کرشن کی تعلیم عام ہو جائے

تو کام فتنہ گردوں کا ختم ہو جائے

اب اس سے زیادہ مزید عرض کرنا بے سود ہے

اب تو چلتے ہیں بت کدہ سے میر

پھر ملیں گے۔ سگر فدا لایا

جیمز ایلن کی روحانی کتاب۔ حقیقی آئندہ کا راستہ۔ روزانہ مطالعہ کیلئے مفید کتاب ہے۔ قیمت ۱/۸۱۔ ملنے کا پتہ



# ضروری ضروری ضروری

کوئی بیمار ہے .....  
ضروری خبر بھیجنی ہے !  
اسے "پرائی" "تار" سے بھیجئے

بیماری، حادثہ یا موت پر پیغام پرائی تار سرکس سے بھیجا جاسکتا ہے۔  
پرائی تار کو آرٹھٹ یا ایکسپریس تار پر ترجیح دی جاتی ہے۔ لیکن اس کے لئے فیس  
ایک پیسہ تار جتنی ہی لی جاتی ہے۔  
اس طرح کا تار بھیجتے وقت لفظ "پرائی" ضرور لکھنا چاہئے

ہمیں بہتر خدمت کا موقع دیجئے  
محکمہ ڈاک و تار



# ”شرید بھگود گیتا بھگون“

== شری جگن ناتھ کھنہ صفی - بی - اے - بی - ٹی برنڈ این نوہی ==

شرید بھگود گیتا ہندو دھرم کا ایک سرورسٹ گرنٹھ ہے۔ جو ہتا اور گورداس سے پر اپت ہے۔ شاید ہی کسی اور دھرم گرنٹھ کو پر اپت ہوگی۔ اس کا کارن سلیٹ ہے۔ کیونکہ شری بھگون نے سونیک اس بھتا پر اپان اپنے پر پر مٹر اور شر دھالو بندھو اور بھگت ارجن کو کر کر اسے پتھ بھرشٹ ہونے سے بچایا اور اُسے بید کرنے کے لئے پر پریت کیا۔ داستویں یہ اُپدیش پرانی ماتر کے لئے ہی کلیان کار کے ہے۔ اگرچہ کیا ہ ارجن کے پر تی ہی گیا تھا۔ بھگون دید دیاس جی نے اسے ہما بھارت پران میں لپی بندھ کر کے پرانی ماتر پر بڑا اھان کیا ہے۔ ورنہ وہ اس سے دچت رہ جاتے۔ یاد رہے کہ بھگون اور ارجن کے اس سواد کو اُپشد کا درجہ دیا گیا ہے۔ نہیں، بلکہ اس سے بھی اُدچی، کیونکہ یہ ایک ہی اُپشد نہیں ہے بلکہ ساری اُپشدوں کا پور۔ اس لئے ساری اُپشدوں کے سار روپ اس گرنٹھ کو جو اُدچیہ اور سریشٹا پر اپت ہے کسی اور میں نہیں ملتی جن مارک تھقیوں کو اس سات سوشلوکوں پر مشتمل گرنٹھ میں لکھایا گیا ہے، اور اس سرتا اور ٹولی سے کہیں اور دیکھنے میں نہیں آتے۔ آئیے آج ہم چند ایسے پرشوں کے اُتر شری گیتا کے اُدھار پر پنے کی کوشش کریں۔ جو ہر روز ہمارے سامنے آتے ہیں۔ بجائے اُدھار اُدھار کی باتیں کرنے کے ہم سونیک بھگون کے اپنے سہے ہوئے شبدوں میں ہی ان کا اُتر ڈھونڈیں گے، جن میں کچھ ماتر بھی سننے کی گنجائش نہیں ہے۔

ہمارا پہلا سوال ہے کہ بھگون کیا ہیں؟

بھگون ہمارے سامنے دو روپوں میں پر گٹ ہو رہے ہیں، ایک ادیکت، یا نرگن۔ دوسرے دیکت یا دیکت روپ میں وہ جسود آندن۔ گوپی بلچھ۔ برج بہاری، سندکار۔ مراری۔ گردھاری اور گویال کہلاتے ہیں اور اس روپ میں طرح طرح کی سیلا میں کر کے اپنے بھگتوں کو آندت اور کرتا رہتے کرتے ہیں۔ اسی روپ میں وہ مورٹکٹ آدی دھار کر سبھت اور دھوشنت ہو کر اپنے بھگتوں کو درشن دتے ہیں۔ ان کے دُکھ اور کلش ہر تے ہیں، دُشٹوں کا سنگھار کرتے ہیں۔ اور سب پر اپنی موہنی ڈال کر آپلنگ ہو جاتے ہیں۔ جن کے دنشی وادن سے بر جانگنا میں تو کیا بن کے پشو بکشی اور برکش اور سونیک جٹا جی بھی پر بھادت ہو کر اپنی نئی بھول جاتیں۔ اندر اور بر نہادی دیوتا جن کے درشن و موہیت ہو کر وسمت ہو جاتے اور ایسی حرکتیں کر بیٹھتے۔ جن کے لئے بعد میں انہیں گھور پشچا تا پ کرنا پڑتا۔ برج گوپوں کے گھر جا کر ماگھن چراتے۔ توال بالوں سے طرح طرح کے کھیل کھیلے۔ اور کنس کے بھیجے ہوئے اسروں



کو کھیل کھیل میں ہی ختم کر دیتے۔ برج باسیوں کے بھاؤ کے انوسار وہ اب بھی اس طرح سے برج میں بنت  
وہاں کر رہے ہیں۔ ایک کھین کے لئے بھی برج سے باہر نہیں جاتے۔ ان کے برج سے باہر جانے کا خیال  
وہ سہن نہیں کر سکتے۔ وہ سزد شکتی ان ہیں۔ کیا نہیں کر سکتے۔ اپنے بھائیوں کو سکھ پہنچانے کے لئے پدی  
بال روپ میں وہ اب بھی اس طرح سے برج میں باس کر رہے ہوں تو کیا تعجب ہے۔ پرنتو اس سچائی کے  
بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ برنابن سے مقہرا بدھارے۔ وہاں کنس کا بدھ کیا اور پھر جہر اندھ بھی  
میاں پرا کر می اور چکر درتی راجہ سے لوہا لیا اور موت کے گھاٹ اُتار کر دیش میں دھرم کا راجہ سمجھا پتا کیا  
ددار کا ادھیش بنے، ہا بھارت کے بدھ میں ارجن کے رہتھان بنگر اس سے وہ کام کرایا جو ان کے بغیر وہ  
کبھی نہ کر سکتا۔ اس طرح سے ایک: لیلایں کر کے وہ اپنے پنج دھام کو بدھار گئے، نیم ان کی ان لیلایوں  
کے واسطے کہ تنو کو نہیں سمجھ سکتے پھر بھی ہیں وہ پڑھ سنکر اور دیکھ کر ایک اور نینہ (دنا قابل بیان)  
آند کی پراپتی ہوتی ہے۔ ان کے دوسرے روپ میں ارتھات ادیکت بازن گن روپ میں ہم ان کے درشنوں  
سے کرتا رہتھ نہیں ہو سکتے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ سکن روپ میں آتے ہی کیوں، جو کھٹائی اس روپ کے  
درشنوں میں ہوتی ہے۔ آپ خود ہی اسکا گیتا بھگوتی کے بارہویں ادھیائے میں اس طرح درن کرتے ہیں۔

کلیشو ادھک تریتے شام، دیکت سکت جتام

ادیکت ہی گتہ دکھنک دیہ دو بھروا پیتے !! (۵)

ارتھات ان سجد اندھ کن نرا کار برہم میں آسکت ہوئے چت دالے پُرسٹوں کے کلیش یا  
پریشرم دیشیش ہیں۔ کیونکہ دیہ ابھیما پُرسٹوں سے ادیکت دیشک گتی دکھ پورک پراپت کجاتی ہے جس  
کا آسان لفظوں میں یہ بھادارتھ ہے۔ کہ شریر دھاری پُرسٹوں کے لئے ادیکت برہم (نرگن پرامتا) کا  
چنن آسان نہیں ہے۔ بڑے دکھ اور کلیش سے انسان اُسے پراپت کرتا ہے۔ یعنی حقیقتاً نرگن پرامتا کا  
روپ ہمارے تھور میں ہی نہیں آسکتا۔ نہ اُس کی کوئی شکل نہ صورت، نہ لہو نہ پیرا در نہ ہی کوئی دیشیش  
سختھان رہنے کا، تو وہ ہمیں نظر آئے تو کس طرح سے۔ وہ اُن دیکھنے والوں کو جو ان ظاہری آنکھوں سے  
ہی انکا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سراسر نا ممکن ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے ہی بھگوان کسی ادا  
کے روپ میں ہمارے سامنے آئے ہیں۔ گیانی پُرسٹوں کو بھی بڑے تین سے نرگن پرامتا کے درشن ہوتے  
ہیں۔ اور وہ بھی بدھی لوگ سے اور کسی سادھن سے نہیں۔ یہ ہمتے ہوئے بھی بھگوان اپنے نرگن روپ کے  
درشنوں کو سکھ کرنے کے لئے شریہ بھگود گیتا میں اس طرح اپنا پرتے دیتے ہیں

ایم کر شرم گیہ، سودھام، ہم ادشہم بد منتراہم ہمید آجیم ہما شرم ہتم ! ۶

پتا، یہ جگتو دھاتا تپا ہما، دیدیم پتر منکار، رگ سام پور پوجہ ۱۷

ارتھات سمات کرم (جن کا سمرتی شاستروں میں درن ہے) پتروں کو دیے جلے دالے ایہ سودھا  
پنج جہا گیہ ادشہمی، سب بنسٹیاں، اگنی اور گھٹ اور یوں روپ کر یا بھی میں ہی ہوں۔

جگت کا پتا اور مانا بھی میں ہی ہوں، اس کو سنبھالنے والا اور اس کا پتا مہ بھی میں ہی ہوں۔ میں



ہی پوتر ادلکار (ادم) سبیدوں جو جگت کو پوترتا پر دان کرتا ہے۔ اور میں ہی رگ دیدیوں سلم دیوں اور تجرب دید بھی میں ہی ہوں۔

اسی ادھیائے گئے ۲۴ دیں شلوک میں آپ فرماتے ہیں کہ میں ہی تمام یگوں کا بھوکتا ہوں اور پر بھو بھی میں ہی ہوں لیکن دیوتاؤں کو پر سن کرنے کے لئے یگیہ کر نیوالے مجھے تنو سے نہیں جانتے اس لئے ان کا تپن ہو جاتا ہے۔ جس کا صاف طور پر یہ ابھیرائے ہے۔ کہ بھگوان کو تنو سے جانتا ہی داستو میں ایشیک ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے اور بھگول میں ادھر ادھر کی کیاؤں میں منشیہ لگا رہے تو اسکو پراپت نہیں ہو سکتا۔ ہو بھی کیسے جب اس کے لئے اُس نے کوئی سادھن ہی نہیں کیا۔ وہ سادھن ہے ان کو بھقار تھ روپ میں جانتا اور تنو سے سمجھنا اس کے متعلق آپ جو مجھے ادھیائے گئے نویں شلوک میں پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ:-

جنم کرم تچ مے ددیم ایوم یو دیتی تنوتہ !

تیکتو ادیم پنیر جنم نیتی، ماتتی سورجن

ارتھات جو میرے جنم اور کرم کو تنو سے جانتا ہے، اور بھقار تھ روپ سے اسے سمجھتا ہے وہ شریر پھوڑنے کے بعد سیدھا مجھے ہی پراپت کر لیتا ہے۔ اور جنم مرن کے بندھن سے بانگل چھوٹ جاتا ہے۔ بھگوان دیکت یا سنگن روپ میں کیوں آتے ہیں؟ اس دسٹے پر اسی لیکھ میں پہلے ہی سمجھ لیکھا جا چکا ہے۔ لیکن اب اس کا جواب شری بھگوان کے اپنے ہی لفظوں میں دیا جاتا ہے:- وہ بھو منڈل پر اپنے آگن یا اترن کا کارن یوں بتاتے ہیں:-

یدا یدا ہی دھرم سیدھ گلا نیر بھوتی بھار + ابھیقان مدھرم سیدھ تدا نام سر جا مہیم !

پہری ترناے سادھوناں دنا نلے پیر دسکرتام + دھرم سنسپھار تھلے سبھوا می لیکے گئے !!

ارتھات ہے بھارت (ارجن) جب جب دھرم کا دانش ہو جاتا ہے۔ تب تب میں دھرم کو پھر اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے پر بھو ہی پر آتا ہوں میں بگ بگ میں دھرم کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے سادھو یا بھیلے پریشوں کی رکھشا کے لئے اور دسٹوں کا سنگھار کرنے کے لئے آیا کرتا ہوں، آپ یہ تو خود ہی فرماتے ہیں کہ وہ ادنا ر کیوں دھارن کرتے ہیں لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ وہ دیکت روپ دھار کر اپنی مایا سے سب کو بھو پت کر دیتے ہیں اور اہلی سر روپ کو سمجھنے ہی نہیں دیتے۔ جس کے بغیر ہم بھکتے رہتے ہیں کیونکہ اگر ایسا ہو جائے تو ان کو اپنا مشن پورا کرنے میں کسی بار دھائیں یا رکا دیں پیدا ہو جائیں۔ مانتا بشود اور نند جی کو اور اسی طرح اپنے گھناورند کو انہوں نے یہ معلوم نہیں ہونے دیا کہ وہ ترو کی نام تو سرلیشوریہ کے مالک مہو نیک بھگوان ہیں۔ وہ تو انہیں اپنا سکون ہی سمجھ رہے کہ وہ دھن بہار کو جب انہوں نے سادھوں نکل پنی ایک انگلی اٹھائی رکھا جو ایک تنولی منشیہ کی طاقت سے باہر ہے تو بھی ایسے سکھاؤں نے ہی سمجھا کہ بہار کو ہم نے اپنی لالچیاں کھڑی کر کے تھامے رکھا تھا ہماوی سہا نلے کے بغیر بھلا کرشن کھلا بہار کو کیسے اٹھا سکتا تھا۔ اسکو تو وہ اپنے سکھا روپ میں ہی دیکھتے تھے۔ پہلے انہوں نے کئی بار اپنی آنکھیں

ٹکلیوں اور پر بھوتا کا پرچہ بھی دیا، یہی کارن ہے کہ ایسے سمپرہ ابھی پر چلت ہو گئے جو ان کا آنکھ بیلادوں کو جتہ نہیں دیتے۔ جن میں انکے ایشوریہ کی جھلک آتی ہو، ان کے خیال میں وہ برجاسی تھے اور برجاسیوں کے سکھا۔ یہ بھگوان کی مایا ہی تھی جس سے دھوہت ہو کر میتا جسودا اور نند جی انہیں اپنا پتر ہی



سمجھتے تھے اور گوال بال انہیں اپنا بروج باسی۔

لیثو دایا نے آپ کو مٹی کھانے سے رد کیا، کہنے لگے کہ میں کب کھاتا ہوں، اچھا تو اپنا مہنہ کھول کر دکھاؤ، جب آپ نے اپنا منہ کھولا اور مانتے اس میں درشتی ڈالی تو مجھے بھیت ہو گئی کیونکہ وہاں تو اسے سارے دشت کے درشن ہو رہے تھے۔ دریا تھے۔ پہاڑ تھے۔ جنگل تھے۔ اُسے یہ انوکھا درشبہ دیکھ کر بھگوان کے لیثو رب کا خیال تو نہ آیا لکہ یہ سوچنے لگی کہ میرے بالک پر کسی بھوت پریت کا آسیب ہے۔ یا اسے نظر لگ گئی ہے۔ اب اسکی سرکھٹا کیلئے گنڈے تو بیز بنوائے ہی چٹھا کرنے لگی۔ یہی تو بھگوان کی مایا تھی، جس سے وہ اچھاوت رہتے ہیں۔ اب ان کو تنو سے دیکھا جائے۔ تو کیسے؟ یہ تو وہی بات ہوئی ہے۔ درمیان تھر دریا تھمتہ بندم کردہ۔ باز میگئی کہ دامن ترکمن ہشیار باش۔

پانی میں کھڑا ہونے کی آگیا دیتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ چٹیا دنی بھی کہ دیکھا کہیں اپنے کپڑے نہ بھگو بیٹھا۔ تنو منزے کی بات ہے یہ لیکن اس کے بغیر چارہ بھی تو نہیں وہ پاس ہوتے ہوئے بھی دُور ہیں۔ اور دُور ہونے سے بھی پاس۔ بات ان کے تنو گیان سے ہی پراپت ہو سکتی ہے۔ انیحقا نہیں، آئیے اب یہ معلوم کریں کہ بھگوان کو تنو سے جانتا ہے کیا؟ اور اس کا بھل کیا ہے؟

اس کا مطلب ہے بھگوان کو پتہ تھا کہ رُپ سے جانا، یعنی داستوں جو وہ ہیں، وہ جنم لیکر بھی اجمادیں سارے سنسار کی رچا کرتے ہیں، اس کے ماتا پتا اور دھاتا ہیں اور پھر بھی اکر تا، اُس سے بالک الگ رہ کر کسی کرم سے لپا مان نہیں ہوتے، یعنی کرم کرتے ہوئے بھی نہیں کرتے انہیں سنار سے کوئی اسکتی نہیں ہے، ایسے پر بھو پر ماتا کا جن کے سمان ہمارا استہر اور پریمی اور بیت پادان کوئی دُوسرا نہیں ہے پُرش انیہ پریم سے دینی ایسے پریم سے جیسا اور کسی سے نہ ہو۔ نرنتر جین کرتا ہے۔ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، انہیں کے جیاں اور انہیں کی یادیں لین رہتا ہے۔ اور اسکتی رمت سنار میں درنتا ہے۔ ارتھات کسی دستو سے دشبیش لگاؤ نہیں رکھتا اور نہ ہی اُسے کسی چیز کی پراپتی کی اچھاوتی ہے۔ اگر کوئی چیز مل گئی تو بہتر نہ ملی تو کوئی شدک نہیں رہتے۔ ایسی برقی بنا لینا ہی پر بھو کو تنو سے جانتا ہے۔ اور ایسے پُرش کے لئے بھگوان فرماتے ہیں کہ وہ شریر کو تیا کہ پھر جنم کو پراپت نہیں ہوتا، سنار تو تینوں گنوں۔ ست راج۔ تم سے موہت ہو رہا ہے۔ اور ان تینوں گنوں سے پرے مجھ ادا شتی تنو کو نہیں مانتا، پر تنو جو پُرش نرنتر نبھے ہما بھجتے ہیں، وہ اس مایا کو جو بڑی دشت رہے اٹھن کر جاتے ہیں یعنی سنار سمندر سے تر جاتے ہیں۔ اور یہی ان کو تنو سے جانتا ہے، جو گبول گینوں کے حصّے میں آیا ہے۔ کیونکہ گیانی بھکت تو ایک ہی بھاو سے نیتہ بھگوان میں سمقت رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے بدھی ہیں، اکیانی جن سچا نہ گھن پر لانا کو منشیہ کی بھانتی جنم لینے دالمان کر ہی بھول میں پڑے رہتے ہیں اور اکی اہلیت یا تنو کو نہیں سمجھ پاتے اور اندھیرے میں رہتے ہیں، اور بار بار جنم لیتے ہیں۔ سرشٹ کرم کریدائے جابیا سو بھگتوں کو بھگوان سنا دیتے ہیں کہ ایسے پُرش راک دوش آدی دوندوں سے رمت ہو کر جو سب پرکار سے مجھے ہی بھجتے ہیں۔ اور میری ہی شرن اور اسرا لیکر جنم مرن کے بندھن سے چھوٹے کیلئے تین کرتے ہیں۔ وہ پُرش اس تنو



# دی نیو بینک آف انڈیا لمیٹڈ

ہیڈ آفس **نیو دہلی**

31.12.60 کی پوزیشن

|             |                  |
|-------------|------------------|
| 14,93,000   | ادا شدہ سرمایہ   |
| 33,72,000   | ریزرو اور سرپلس  |
| 4,23,00,000 | ڈیپازٹ           |
| 1,99,95,000 | کیش و دیگر ذرائع |

شرح سود

فکسڈ ڈیپازٹ  $4\frac{1}{4}$  تا  $\frac{1}{2}$  فیصدی - عرصہ کے مطابق  
 سیونگ بینک 3 فیصدی - رقم چیکوں سے لکوا سکتے ہیں  
 شارٹ ٹرم - کال اور کرنٹ ڈیپازٹ - بموجب انتظام -  
 3 سالہ کیش سرٹیفکیٹس پر شرح سود  $\frac{1}{2}$  5 فیصدی

برائچین

دہلی :- چاندنی چوک - سبزی منڈی  
 نئی دہلی :- جوا بٹہ - اہل بلاک کناٹ سرکس - کے بلاک کناٹ سرکس منرو بلاغ  
 جنگ پورہ ایکسٹنشن - راجندر نگر  
 پنجاب :- امرتسر - جالندھر - لدھیانہ - چڈی گڑھ - روہتک - بنگہ منڈی (جالندھر)  
 فرید آباد ٹاؤن شپ -  
 ہماری راجندر نگر - جنگ پورہ ایکسٹنشن - سبزی منڈی - لدھیانہ - چڈی گڑھ - روہتک اور فرید آباد  
 ٹاؤن شپ - برائچوں میں لاگزدستیاب ہیں - ٹی - آر - تلی سیکری - ایم - آر - کوہلی بنگہ گڑھ



# میراں

## میرے تو گر دھر گوپال دوسرا نہ کوئی !

پریم بھگتی کی جس بلند فضا میں بھگتی میراں بانی نے پروا کیا ہے۔ اس کی مثالیں کیا ہیں۔ آپکا ہم ہمارا نا رتن سنگھ رائے جو دھ پور کے ہاں سنہ ۱۵۶۰ء میں ہوا۔ اس وقت ہمارا پیدائش جی کی ہمارا اور بھگتی کی گونج بھارت ورش میں پھیل رہی تھی۔ اور بڑے بڑے راجہ ہمارا جہاں سے بھگتی ہوگ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ ہمارا بی جھالی چٹوڑ کی رانی بھی ان کے شیشوں میں سے تھی۔

جو دھ پور اور چٹوڑ کی آپس میں رشتہ داریاں تھیں۔ اس سلسلہ میں ہمارا بی جھالی کو ایک بار چٹوڑ سے جو دھ پور آنے کا اتفاق ہوا اور وہ شاہی محل میں پھریں۔ ہمارا بی جھالی کے پوجا پاک اور بھگت پریم کا میراں بانی پر خاص اثر پڑا۔ گوان دنوں میراں بانی کی عمر کچھ بہت زیادہ نہ تھی۔ لیکن وہ ہمارا بی جھالی کے رنگ سے اتنی زیادہ متاثر ہوئی کہ ساری سندھ بدھ دسر گئی۔ اور دیں میں پرمانہ کی بھگتی اور پریم کی ترنگ اٹھنے لگی اور آخر ہمارا بی جھالی کی وساطت سے وہ بھی ہمارا پیدائش کے روحانی دربار سے فیض حاصل کرنے کے لئے سائیں بنی اور اپنا اشٹ سندھیشام بھگوان کرشن کو بنایا۔

ہمارا نا رتن سنگھ کو میراں بانی کی یہ روش نہ صرف نالیند ہی آئی۔ بلکہ اُسے سخت تشویش پیدا ہوئی۔ اور اس نے اپنی عزت بچانے کی خاطر سنہ ۱۵۷۰ء میں سنوڑ بھوجراج سے میراں بانی کی شادی کر دی۔

لیکن وہاں تو دیوانگی اور بھگتی۔ یہ سطحی علاج وہاں کیا کارگر ہو سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میراں بانی کا جو بھگت پریم پہلے اپنے گھر میں چھپکے نشوونما پا رہا تھا۔ وہ شادی ہونے پر کھلے ہوئے پھول کی خوشبو کی طرح چاروں اطراف میں پھیل اٹھا۔ اور میراں بانی نے صاف الفاظ میں اپنے پتی کو کہہ دیا کہ ہمارا راجہ میرا پتی تو اور ہے میں تو گر دھر گوپال کی داسی ہوں۔ میں تو اُس سانورے کے رنگ میں رنگی ہوئی ہوں۔ آپ بھی اُس کے پیری بن کر جیون کا آئندہ اچھے۔

اس سے اُس کے پتی کو اور بھی سخت رنج ہوا۔ اور اس نے اپنے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی بنائے میراں بانی کی جان کا ہی خاتمہ کر دیا جائے۔ اس کے لئے تہا دیر ہونے لگیں۔ ایک تجویز طے پائی کہ میراں بانی کی کھانسی پر کوئی زہر ملا سانپ چھوڑ دیا جائے تاکہ یہ چار پائی بر پڑی پڑی ہی ختم ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مگر میراں نے سانپ میں بھی اپنے سانورے کا شیم رنگ دیکھنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سانپ بے سکت ہو گیا اور رانا کی یہ تجویز ناکامیاب ہوئی۔ اس کے بعد رانے زہر کا پیالہ میراں بانی کو ارسال کیا اور کھلا بھیجا کہ یہ سادھوؤں کا چرنا مہرت ہے۔ مگر میراں سمجھ گئی۔ کہ اس پیالے میں زہر ہے۔ مگر اُس نے اپنے اشٹ گر دھر گوپال کا دھیان کرتے ہوئے اس پیالہ کو بھی غٹ غٹ چڑھا لیا۔ اور اُسے کچھ نہ ہوا۔



اس طرح کئی گھنٹا میں ہمارا نادرا اس کے ساقیوں کی طرف سے عمل میں آئیں۔ لیکن سب سے سو ثابت ہوئی  
بیان کیا جاتا ہے کہ گوسوامی تلسی داس جی سے بھی پرما رتھی منالہ میں میرا جی کو خط و کتابت کا موقع ملا۔ اور گوسوامی  
جی نے آپ کی بانی سے خوب آند لیا۔ بلاشبہ میرا بانی کی بانی میں جو رس ہے وہ مشکل سے کسی اور شاعر کے  
کلام میں ہو گا۔ جہاں زبان مونس ہے وہاں اس میں سوز و گداز بھی اس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ کہ  
پڑھتے ہی ایک پریمی کے رنکے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پر سیدھے جھگڑوں کی رائے بے کر بھگتی بھاؤ کے اظہار میں اس  
سے بہتر شاید ہی کسی جھگڑ کا کلام ہو گا۔ زبان میں زیادہ تر راجپوتانہ کے ہندی الفاظ آتے ہیں۔ پریم پرشاد  
کے طور پر ان کے دو تین سبب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

### شبد ۱-

رانا جی! میں گردھر کے گھر جاؤں  
گردھر میرا سا بچہ پریم، دیکھتے رہا ہوا جاؤں  
زین پرے تب ہی اٹھ جاؤں، بھور بھے اٹھ جاؤں  
زین دناو کے سنگ کھیلوں، جیوں رکھے تھے جاؤں  
میری اُن کی پریت پرانی۔ اُن بن پل نہ رھاؤں  
جہاں بھٹکے تھیں میں بیٹوں، بچے تو بک جاؤں  
جن میرا گردھر کے اوپر بار بار بل جاؤں

### شبد ۲

اب تو نبھائے نبھیلی باہنہ گئے کی لانج  
سمکھتے سرن ہتھاری سائیاں، سرب سدھارن کا ج  
نزدھارا آدھار جگت گورو، تم بن پکڑا کا ج  
میرا سرن ہی چرن کی لانج رکھو ہمارا ج

### شبد ۳

رانا جی! میں تو سارے رنگ راجی  
ساج سینکا رابندھ گھوگر، لوک لانج تیج ناچی  
گئی کو مت لئی سادھ کی سنگت بھگت، بھگت لئی بھی ساچی  
اُن بن سب جگ کھاری لاگت اور بات سب کاچی  
(ادم شتم)



سا نوری صورت سون میرا من اٹیکو  
کان کنڈل مکر آکرت سو ہے  
اک بن ڈھونڈ سیکل بن ڈھونڈیا  
ایک کھو کوڈ لاکھ کھو آب  
میراں کے پر بھ گردھر ناگر  
کون جانے مورے گھٹ کی رے  
بانگی سی لٹک لٹک کی رے  
ڈھونڈت بن بن بھٹکی رے  
لوک لانج سب پیٹکی رے  
گیل بنا دہنسی بٹ کی رے







”यद् भूतयोनि परिपश्यन्ति धीराः“  
 ارتھات جو تمام جوتوں کا کارن ہے اور جسے دھیر پرش سہادی  
 میں دیکھتے ہیں +

”अर्वसूल अर्वाक शारवा“  
 ”یہ سنسار برکھش پر ماتما مول والا ہے اور اسکے نیچے شاخوں  
 پر تمام جوتوں کی اُپتی اور ناش کا ہستی ہونے سے یہ پر ماتما  
 جگہ سے کا کارن ہے۔“

یوں تھوڑے میں ہی اس بات کا تصفیہ ہو گیا اور من نے جانا کہ پر ماتما ضرور موجود ہے مگر اتنے سے  
 بھی تسکین مطلق نہ ہو گی کیونکہ کشت تو بدستور چل ہی رہا تھا۔ اس لئے جب تک اس یقین سے  
 کوئی خاص فائدہ جان کو نہ پونچے اُس کی ہستی کا محض اقرار کرنا بھی کتنا کارگر ہے۔ لیکن جوں ہی اس قسم  
 کی کش مکش من میں چل رہی تھی عین اس کے بعد ایک یہ خیال پیدا ہوا کہ پر ماتما گو ہستی تو رکھتا ہے مگر شاید  
 دیوار کی مانند جڑ پئے۔ کیونکہ کشتا کچھ نہیں۔ لیکن ایسا خیال بھی فوراً اڑ گیا اور من سے آواز آئی کہ بھلا  
 وہ جو تمام کائنات کو اپنی زندگی سے زندہ اور جلد جڑ کو چھین کر رہا ہے۔ وہ جڑ دیوار کی مانند مردہ کیوں  
 چنانچہ اس میں بھی یہ ذیل کے کئی اُپنشد منتر بطور پرمان حاضر ہو گئے۔ جن سے پر ماتما عین زندگی، عین نور  
 اور عین علم ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ منتر یہ ہیں۔

”सत्यं ज्ञानमनन्तं ब्रह्म“  
 ارتھات۔ پر ماتما سیتہ سرُپ۔ گیان سرُپ اور انت ہے۔  
 ”विज्ञानमानन्दं ब्रह्म“  
 ”پر ماتما دگیان سرُپ اور آند سرُپ ہے۔“  
 ”प्रज्ञानं ब्रह्म“  
 ”برہم عین پر گیان ہے۔“  
 ”सच्चिदानन्दमात्रं“  
 ”برہم سچت چت آند محض ہے۔“

اس کے بعد جیسا خیال پیدا ہوا اُس کے اندر یہ سوال تھا کہ اگر پر ماتما بذات خود موجود ہے اور عین علم اور  
 عین زندگی بھی ہے تو پھر اس گہنگار کی پکار کیوں نہیں سنی جاتی اور اس کا دکھ کیوں نہیں مٹتا جب کہ یہ  
 استاد عاتھک ہر دل سے ہی پوچھ رہا ہے تو اس کا جواب بلا کہ وہ سچت چت اور آند محض ہو کر بھی شاید اس  
 ناچیز کے لئے پریم یا پیار کا بھاد نہیں رکھتا اس لئے ہی کلیش سے خلاصی نہیں ملتی۔ مگر اس خیال کو بھی ایک دوسرے  
 خیال نے فوراً رد کر دیا کیونکہ بھگوت بھگتوں نے اُسے پریم نے بھی کہا ہے ”ॐ नमो भगवते वासुदेवाय“ یہ اُن کا کہنا  
 ہے۔ اس لئے یہ کب ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے پیاروں کے ساتھ پریم یا پیار کا بھاد نہ رکھے۔ نارد بھگتی منتر  
 کے اندر تو ایشور کے متعلق یوں دکھلایا ہے کہ

”स कीर्त्यमानो शीघ्रमेवाविर्भवति अनुभावयति च भक्तान“  
 یعنی وہ بھگوان پریم پوریک کی برکت ہو کر شیکھر پر گھٹ ہوتے ہیں اور اپنے بھگتوں کو منور

دا بھجت پھل بھی پر دان کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے

”येवधा मां प्रपद्यन्ते तांस्तथैव भजाम्यहम्“



یعنی جو بھی مجھے جس بھاد سے آرادھنا کرتا ہے۔ میں اُسے اُسی بھاد سے پر اپت کرتا ہوں ایسی شری کرشن  
 جی کی پر تگیا شرید بھگت میں ہوئی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر شکام بھگت مجھے موکش کے لئے  
 آرادھن کرتے ہیں تو میں انہیں موکش دیتا ہوں اور اگر شکام مجھے کسی ارتھ کے لئے یاد رکھ کی نورتی  
 کے لئے بھیجتے ہیں تو میں انہیں اُس اُس ارتھ کا پراپتی یاد رکھ کی نورتی کے مدارہ بھی پر سن کرتا ہوں  
 ایسا ہی ہے۔ بجز اس کے ایک بات یہ بھی ہے کہ آند سروپ ہو کر پرماتما پریم نہ رکھے ایسا کبھی نہ نہیں سکتا  
 اور اُس کی آند سروپا تو ہم اوپر اُنیشد کی شرتیوں سے بتلا ہی آئے ہیں۔ پس اختصار اس لمبی چوڑی  
 دھار کا یہ ہے کہ پرماتما سدا ہے۔ جت ہے آند ہے۔ اور پریم ہے بھی ہے +  
 لیکن ایسے اوپر تہلے ہوئے ادبھد سٹوں والا اگر البشور موجود ہے تو یقیناً کوئی اور ہی وجہ ہوگی  
 جس کے پار بن اسی کا دکھ نورت نہیں ہوتا چنانچہ غور غرض کرنے پر یہ ہی ثابت ہوا کہ مندرجہ بالا گٹوں کے علاوہ  
 وہ نیلے کاری بھی ہے اسی لئے جب کرم کے پھل اُپھوگ کا سوال سامنے آتا ہے تو وہ پرماتما خدے یا  
 دکھم جیسا معلوم ہو کر دکھائی دیتا ہے۔ حالانکہ وہ ایسا برکز نہیں۔ اور اگر پوری غور کر کے دیکھا جاوے  
 تو اُس کا پنا کے کاری ہونا اور اُس کے مطابق کرموں کے پھلوں کو پردان کرنا بھی سکھش کی خاطر مناسب  
 ہی ہے۔ اور اس سے اُس کے سچے پریم یا پیار پر دھتہ نہیں آتا۔ جس طرح ایک سرجنی ادہریشن کے  
 دوران میں بیمار کی اگر چیر بھاڑ کرتا ہے۔ تو وہ اُس کا دشمن نہیں ہو جاتا۔ ٹھیک اُسی طرح کرم پھل  
 پر داتا البشور بھی کرموں کے پھلوں کو دیتا ہوا جیو کا دلشہ نہیں ہو جاتا وہ ہمیشہ اُس کا پریم ہستی ہی  
 رہتا ہے۔ اس لئے جان لو کہ جگت و دھتھا کو قائم رکھنے کے لئے اُس کا ایسا ہونا پناہیت واجب ہے۔ اس لئے  
 یہ ایک جنرل قاعدہ ہے کہ جیسا کوئی ہوتا ہے ویسا ہی کاٹتا ہے۔ لہذا انسان پر یہی واجب ہے کہ وہ ہر فعل  
 سدھو سبھو کر جی کیا کرے کیونکہ اُس کے پھل اُپھوگ میں وہ سو تفر نہ ہوگا۔ گنا ستر کاروں نے کرم کے  
 پھل کا اُپھوگ اویشم بھادی مانا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ کرم کا پھل کسی وجہ سے بھی کم دیش نہ ہوگا۔  
 "नामुक्तं क्षीयते कर्म" ایسی سمرتی بھی سنی گئی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ کھو دکھ ہوگ  
 کہ نہ دے کہ کرم کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔ پس یہی وجہ ہے کہ ایک ایسا کرنے پر بھی اُس سے ٹھٹکارا  
 نہیں ملتا۔ اس کے اندر ہمیں یہ ایک پُرانا اتہاس بھی ملتا ہے۔ کہتے ہیں کہ کرشن بھگت کے دوران میں  
 سورد اس بھگت کو ایک بار اتی سار کے دست لگ گئے۔ تکلیف بڑھتے بڑھتے اتنی بڑھی کہ پیارہ  
 اُٹھنے بیٹھنے میں بھی لاچار ہو گیا۔ ادھر اندھا تھا کہ آنکھیں نہ تھیں ادھر پاس میں خدمت گزار کے لئے  
 بھی کوئی دوسرا موجود نہ تھا۔ بیماری اور کمزوری سے یہاں تک نوبت ہوئی کہ بستر پر ہی اُس کا پاخانہ  
 اور پیشاب بہنے لگا۔ مگر کیا ہو سکتا تھا۔ جب اسی قسم کا ہی کرم بھوگ پھل دینے کو سن گھو تھا ایسی  
 نگشت بہ حالت میں اُس نے بھگوان کو آترچت سے سمرن کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کی بھگتی سے سنشت



ہو کر خود بھگوان کرشن بھیس بدل کر کئی دن متواتر اُس کی سیوا کرتے رہے۔ مگر اُس نے اسے نہ سمجھا اور سیدو الیقا رہا۔ ایک دن اُس کے من میں آئی کہ بھلا اتنے پریم اور پیار سے اُس کی خدمت کرنے والا کون ہوگا۔ اُس نے سوچا اور شک کیا کہ کیا خود بھگت دتسل بھگوان کرشن ہی تو اُس کی سیوا کے لئے نہیں آئے۔ چنانچہ اسے جاننے کے لئے اُس نے مضبوط ہاتھوں سے سری کرشن کو پکڑ لیا۔ اور کہا کہ بھلا دتتم کون ہو۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم سا کھیات میرے ایشٹ دیو بھگوان سری کرشن ہو کیونکہ اس قدر گندی اور غلیظ سیدو اور دتتم بھی متواتر کئی دن سوائے بھگوان کے دوسرا نہیں سر سکتا اس لئے پیچ پیچ کہو کہ تم کون ہو۔ اس پر سری کرشن نے جواب دیا کہ ہمیں اس پر یکیشا سے کیا لینا ہے تم آنند پورک سبوا لیتے چلو۔ مگر بھگت نے فیک کی اور اہیں مجبور کیا کیا کہ وہ اس سے بچے ہوئے راز کو ضرور ظاہر کریں۔ تب بھگوان نے گوا اس پویشیدہ راز کو بار بار چھپانے کی کوشش کی مگر آخر کار اہیں مسبات صاٹ صاٹ کہنی ہی پڑی۔ اس پر بھگت راج نے دیا کل ہو کر بھگوان کے چرن پکڑ لئے اور ساتھ ہی نویدن بھی کیا کہ اے میرے پیارے بھگت دتسل بھگوان اگر آپ اتنی کھٹن سیدو اور وہ بھی اس قدر غلیظ اور گندی اس ناچیز کی کر رہے ہیں تو بھلا اسے شفا ہی کیوں نہیں دے دیتے۔ اس پر سری کرشن نے جواب دیا کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا کیونکہ میں اپنے بنائے ہوئے نیوں کو بدلنا نہیں چاہتا لیکن تمہاری بھگتی کے ادھین ہو کر تمہاری خدمت گذاری تو کر دینا مگر کرموں سے ہونے والے آدیشیم بھاوی پھلوں کو بدلائیں جاسکتا اور ایسا میری سریشٹی میں نیم ہے۔ ناظرین یہ ہے کرم گنتی کا عجیب سلسلہ کہ سا کفشات ایشور کو بھی جس سور داس نے اپنا سیوک بنالیا اُس کا بھی کرم پھل بھوگ سے چھٹکارا نہ ہو سکا۔ چنانچہ کیا ہی کسی انگریزی داں نے ایسے موقع پر کہا ہے۔

"Who sows must reap, they say, and Cause must bring the sure effect, good or good, bad, bad, none escape the law."

گو سوامی تلسی داس جی نے بھی یہی بات رام چرتاس کے اندر ہمیں بتلائی اور وہ چوپائی یہ ہے۔

"कर्म प्रधान विष्णु रच राखा। जो जस करे सो तस फल चारवा"

پس کرم بھوگ کے سکھش میں ہر ایک کا متک بھگ جاتا ہے۔ اور یہ ہی اُس بنائے کاری نارائن

کرم پھل پرداتا پریشور کا اس سنسار میں نیم ہے کہ "प्रारब्धकर्मणो भोगादेव क्षय"

یعنی پراربدھ کرم کا بھوگ سے ہی کھے ہوتا ہے۔ اس کے اندر کسی دوسرے کا دخل نہیں۔

مگر پھر ایک سوال اس موقع پر اٹھتا ہے کہ تب تو دیکھو... نورقی کے لئے ایشور شرن لینا اس کی آرا دھنا کرنا اور پرارکفا آدی سب بے معنی ہوئے۔ تب تو کرموں کے انوسار کھ دیکھ ہی بھوگے جا دیں گے۔ اس کے لئے پریشور سمرن کی چنداں ضرورت نہیں اور جب ہی آخری فیصلہ ہو تو تمام



پر تین اور پر شار تھ بالکل فضول ہو گئے۔ فقط پرار بدھ کرموں کی ہی پردھاننا ہوئی۔ علاوہ اس کے شاستروں کے اندر دُکھ پورتنی کے لئے بیان ہوئیں تمام پرار تھنائیں اور اپائے سب دہر تھ ہو گئے۔ اور انشدوں کے کئی ایک شانتی منتروں کے اندر بھی ہم دایو اگنی اور سورج اور دیوتاؤں کو نکھش رکھ کر شاریرک سکھ اور منگل کا مناسکے لئے پرار تھنا کیا جانا دیکھتے ہیں ان کی بھی کیا دستھا ہوگی۔ ایک طرح تو وہ سب اُپدیش بے معنی اور بے سود ہی ہو گئے۔ پھر تھو ربانی کے اندر بھی جو ہمیں اُپاسنائیں ملتی ہیں وہ بھی سب نشیمل ہی سمجھی جا دیں گی۔ دیکھیے سس پیار پورن چت سے گوردارجن دیو جی نے پرما تھ کے پاس یہ ذیل کی پرار تھنا کی ہے اُس پر بھی ہمارے پاتھک متوہ ہوں۔

ہے پران نا تھ گو وندیں۔ کر پانڈھان جگت گورد  
ہے سنا رتاپ ہرنیں۔ سرنائے سب دُکھ ہرد  
ہے سرن جوگ دیائیں۔ دینا نا تھ میا کرد  
شریر سو تھ کھین سمے سمزنت ناک رام داہور ہوی

تو ان جملہ پرار تھناؤں اور دُعاؤں کی کیا دستھا ہوگی یہ ایک سوال ہے۔ جس کا حل یونا پناہیت لازمی ہے۔ تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ ہمارے گرنفقوں کے اندر کرم بھیل پرداتا البشور اور بھگت دتل کر پالو بھگوان الگ الگ دو تھو نہیں جانے جاتے۔ وہ البشور جو کئے ہوئے کرموں کے اوسار جیوں کو سکھ دُکھ بھیل دیتا ہے وہی اُن کی بھگتی اور پریم سے پریت ہو کر اُن پر انوگرہ ہے بھی کرتا ہے۔ بشرطیکہ کے وہ بھگتی سچی اور سچی اور عین ہردے سے ہی کی جاوے۔ اس لئے البشور پرار تھنا یا ارادھنا ہمیشہ تہ دل سے ہی ہونی چاہیے۔ علاوہ اس کے ایسا شک بھی سمجھی نہ ہو کہ یہ پوری ہوگی یا نہ۔ شک کرنے پر یقیناً وہ پرار تھنا کمزور ہو جاتی ہے۔ اور کئی حالتوں میں اُس کی سچھلت بھی نہیں پیتی۔ کرم اوسار پھل کا اُچھوگ پونا یہ ایک جزل قاعدہ ہے جسے ہم اوپر بیان کر آئے ہیں مگر پرار تھنا یا ارادھنا سے جو سیدھی موتی ہے وہ ایک سپیشل قانون ہے جو بھگتوں کے لئے ہی خاص طور پر مقرر ہوا ہے۔ دیکھیے جس طرح عدالتوں کے اندر عام طور پر مقدمات کے جملہ فیصلے مشلوں کی بنا پر ہی پُورا کرتے ہیں تو بھی بعض اوقات صحیح داقات کو نظر انداز کر کے رحم کی درخواستوں پر ملزم مطلقاً بری بھی کر دیئے جاتے ہیں ایسے سپریم کورٹس (supreme courts) میں افسران کے فیصلہ جات رزروہ ہم دیکھا کرتے ہیں۔ اسی طرح جزل قاعدہ کے مطابق تو ہر کسی کو اپنے کئے ہوئے کرموں کے مطابق ہی عمل ہوگا۔ تو بھی بعض بھگتوں پر جن پر البشور کا خاص انوگرہ ہوتا ہے۔ وہ بالکل مافی پا جاتے ہیں۔ اور یہ مرتبہ فضل کا ہے جو عدل کی نسبت بہت اونچا ہے۔ تو بھی جزل قاعدہ جو عامیان کے لئے مقرر ہوا ہے۔ مطلق نہیں بگڑتا "Exception proved the rule" اس نینائے کو سر کوئی جانتا ہی ہے۔



ہمارے پاٹھک گن، اغلب ہے اس جواب کے اندر بھی کچھ شبہ پادیں کیونکہ اوپر بتلائی ہوئی سُرور اس کی کہانی سے تو کم گتی کو ہی پر بل مان کر پرارتھنا آدی کی ایکیشا اُسے ہی پر دھانتا دی گئی ہے اسی وجہ سے سُرور اس کے لیے پیرا بدھ بھوگ میں بھی مطلق افاقہ نہ ہوا تھا۔ تو اس کا سمدھان یہ ہے کہ اگر کہیں کسی کا پر بل شاریرک بھوگ ایسا سنگھم ہو جس سے بجز بھوگ خلاصی نہ ہو تو اس کا سرگز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ پرارتھنا میں کبھی نہ کی جائیں کیونکہ جو کب جانتا ہے کہ یہ پیرا بدھ کرم کتنا کھوٹا یا کوئل ہے۔ ہو سکتا ہے پرارتھنا کرنے پر ہی اُس کی نورانی الشیور انوکھے سے منہ جا دے۔ مگر یہ بات بعد پرارتھنا ہی جانی جاسکے گی پہلے نہیں۔ بالفرض اگر شاریرک بھوگ کم نہ بھی ہو تو بھی آخر حجت سے کیا ہوا اثر اذہن نشیصل نہ ہوگا۔ کیونکہ اس سے انتہ کر ن پر کافی پر بھاؤ پڑنے سے اُس کی بہت انش میں شدھی تو ہو جائیگی جو مومکش پتھ میں کافی اُپیوگی ہے۔ اور یہ بھائیوں کی بات ہے۔ اگر کسی کا قلب اس طریق پر بھی صاف اور ستھرا ہو جاوے۔

پس ایسا یقین رکھتے ہوئے دل دجان سے ہار دک اور ٹھوس پرارتھنا ہی بھگوت چرنوں میں کرنی چاہیے اور کسی حالت میں بھی کرم گتی کو ترجیح نہ دے کر کبھی بھی اس الشیور کرپا سے دچت نہ رہنا چاہیے۔ الشیور پریم ادا پریم کرپا لو دنیا بندھو اور دیا کا سمندر ہے وہ اپنے بھگتوں کا مردار کھٹک اور پالنے والا ہے۔ وہ بھگت و تسل ہے اور ادشیم ہی اپنے بھگتوں پر کرپا کیا کرتا ہے۔ راقم نے بھی آخر کار اُس کا اثر یہ لیا تھا اور مکمل شفا پائی تھی۔ بلکہ اس شفا سے ہی پریرت ہو کر مضموں نہ ابھی لکھا گیا ہے۔ راقم نے اپنی داستان ہی مثال کے طور پر ادم پیاروں کے سامنے رکھی ہے۔ اغلب ہے وہ کسی آدم کے لئے بھی مفید ثابت ہو اور وہ بھی اسے اپنی مصیبت میں یاد کرے اور اسے اپنے سکھ کا سادھن بنا دے۔ چونکہ بھگوت نام ہی سرب روگ کی ہمارا دشمنی ہے اس لئے اور تمام اُپادوں کو چھوڑ کر فقط اُس کی پناہ لینی چاہیے۔ کیونکہ وہ الشیور ہی بھگت و تسل سنگٹ مرن بنشنہ اور پریم کرپا لوئے۔

پریم پکار کر نیکا جب ہی۔ دُھر فریاد پوچھی تب ہی  
جب سُسنی ہو سی کرپال۔ دُکھ میٹے پر بھدین دیال  
(ادم شمن) شری پرماننے ہنہ

رسالہ ادم دہلی کا "بھگوت پریم انک"

اگلے سال ۱۹۶۲ء کا سالنامہ "بھگوت پریم انک" ہوگا۔



# بھگتوں کی لاج رکھنے والا کرشن !

شہری تارا چند باغی دیلوی ادیب فاضل

پانے لگاؤں میں اودھم جو ارجن      مٹی بھاگنے لگ بیک فوج دشمن  
 پیام کی خدمت میں پہنچا درپودھن      دکھی دل دکھی آتما اور دکھی من  
 لگا کھینے یوں ان کی خدمت میں روکر  
 مٹے جا رہے ہیں ہمیں دیر ہو کر  
 ہمارے بہادر بہادر ہیں بکتا      جہاں میں نہیں ہے کوئی ثانی ان کا  
 مگر ہر گھڑی پانسہ پڑتا ہے اٹا      بساط حرب میں کوئی بھی نہ جیتا  
 سب ایک ایک کر کے مٹے جا رہے ہیں  
 دیا آپ ارجن یہ فرما رہے ہیں  
 پیام لگے کہنے اسے کور و نندن      نہ کر دی سنا کر جلاؤ ہر امن  
 مرے سامنے طفلِ مکتب ہے ارجن      سری کرشن بھی کانپ جائیں جو مودن  
 ابھی جا کے ارجن سے جنگ میں لڑوں گا  
 سری کرشن کا ناک میں دم کروں گا  
 پیام نے رکھ اپنا جب رن میں ڈالا      جدھر جاتے تھے بس اُدھر تھا صفایا  
 اک ارجن کو بھی تاک کر تیر مارا      گرا چوٹ کھا کر لیا کب سنبھالا  
 جیالوں کے منہ اس گھڑی مڑ گئے تھے  
 سری کرشن کے ہوش تک اڑ گئے تھے  
 پیام کی جانب بڑھے نندن      لئے ہاتھ میں اپنے چکر سُدشن  
 سری کرشن کے پیچھے پیچھے تھے ارجن      پیام مقدور کو کہتے تھے دھن دھن  
 سری کرشن نے ہے مری لاج رکھی  
 مری بات کی عہد کی لاج رکھی



رعایتی اعلان

مندرجہ ذیل کتب رعائتی قیمت پر حاصل کریں۔ یہ رعایت صرف 31 اکتوبر تک رہے گی۔  
 خرچ ڈاک بذمہ خریدار ہوگا

| نام کتب                      | صفحہ   | رعائتی | نام کتب                       | اصل قیمت | رعائتی |
|------------------------------|--------|--------|-------------------------------|----------|--------|
| شرید بھاگوت پوران            | 10/8/- | 8/-    | آتشک ناشک سنواد               | 4/-      | 2/-    |
| چیتنہ بھکت مال               | 5/-    | 4/12/- | حب دھن قمر صاحب               | 1/4/-    | 2/-    |
| یوگ و ششٹ بہار صائن          | 3/-    | 2/12/- | انہان ادر سائیس               | 1/8/-    | 1/4/-  |
| ردوں کی دنیا                 | 3/8/-  | 3/4/-  | ٹیگور ڈرامے                   | 2/8/-    | 2/4/-  |
| مزیک ردوں سے دارتالاپ        | 7/10/- | 7/8/-  | نیڈت جی۔ آرٹ چندر             | 2/-      | 1/12/- |
| تلسی راماین                  | 10/8/- | 8/-    | برطی دیوی آرٹ چندر            | 2/-      | 1/12/- |
| بالیکی راماین                | 10/8/- | 8/8/-  | رام درشن                      | 1/-      | 7/12/- |
| جپ جی و سکھی (خواجہ دل محمد) | 3/8/-  | 3/-    | گیتر رتن منظوم                | 1/-      | 2/-    |
| گیتا خواجہ دل محمد           | 2/8/-  | 2/-    | رتن راماین                    | 2/8/-    | 1/4/-  |
| سکھینی صاحب حکیم ربیلداس     | 1/-    | 7/4/-  | بھگت گیتا مد بہائم            | 2/-      | 1/8/-  |
| " " حصہ دوم                  | 1/4/-  | 1/2/-  | ہندو دھرم دورین               | 2/-      | 1/8/-  |
| کلام مضطر ربیلداس            | 7/8/-  | 6/-    | رہبر موت                      | 2/8/-    | 1/8/-  |
| امرت معروف خورد              | 1/12/- | 1/-    | دیدانت چند ادلی (بھوبابا)     | 8/-      | 6/-    |
| شانقی کے کر                  | 7/4/6  | 7/3/6  | " " حقہ دیدیم                 | 8/-      | 6/-    |
| اصلی جنم لکھی گوردانک دیو    | 10/-   | 8/-    | شو پران مجلد                  | 1/4/-    | -      |
| سالنامہ آدم تمارائن انک      | 2/-    | 1/-    | سرپر پران                     | 2/-      | 1/4/-  |
| " دیدانت انک                 | 2/-    | 1/-    | ایکا دشی بہائم                | -        | 1/-    |
| " شو انک ہندی                | 2/-    | 1/-    | دشی کش کا بہائم               | 1/8/-    | 1/-    |
| بہا بھارت حقہ اول            | 10/8/- | 10/-   | تحفہ دردیش یعنی پھولوں کا مار | 2/4/-    | 1/12/- |
| بنو بیجر یہ ڈرامہ            | 7/8/-  | 6/-    | سوانح جات سواسی رام           | 2/-      | 1/4/-  |
|                              |        |        | بھری نری دیساگ سنگھ           | 1/8/-    | 1/-    |







# The Central Bank of India Limited

HEAD OFFICE  
Mahatma Gandhi Road,  
Fort, Bombay-1

ESTABLISHED 1911

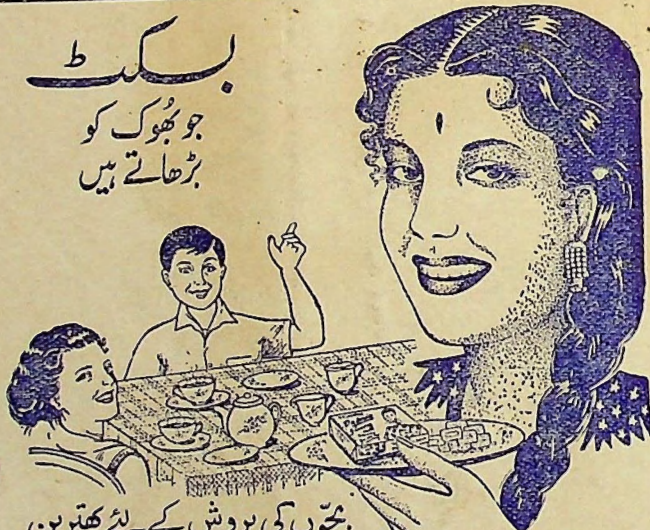
Deposits accepted for periods  
from 3 days to 5 years at  
attractive rates.

For further details please contact any of  
our offices.

N. K. KARANJIA,

General Manager.

بکٹ  
جو بھوک کو  
بڑھاتے ہیں



بچوں کی پرورش کے لئے بہترین  
صحت بخش اور مزیدار

## دالمیا بکٹ

پٹیاہ بکٹ مینوفیکچرز پرائیویٹ لمیٹڈ - راجپورہ پنجاب



*Food Value*  
ADDED IN  
**Paljee's**  
RICH FRUIT  
CAKE



Paljee's Fruit Bars contain 11 nourishing and delicious fruits and other ingredients rich in Vitamin A 1, B 2, Niacin and Iron. They are an ideal food for you and your family. An Ideal treat in all the seasons.



Air Tight Packing  
Rs. 2.25  
Loose Packing  
Rs. 1.75  
Kishmish Packing  
Rs. 1.50  
Plain Packing  
Rs. 1.25

PALJEE & CO., NEW DELHI-5